© rasailojaraid.com

اقتصادی مسئلہ کا حل

قرآن و سُنّت اور فقہ اسلامی کی رُو سے

حضرت مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی صاحب

دیال سنگھ ٹرسٹ کے ریسرچ سیل کا سہ ماہی علمی مجلہ "منہاج" اور اس کا عملہ و مدیر محترم پوری قوم کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ وہ اس ذریعہ سے امت کی فکری رہنمائی اس انداز سے کر رہے ہیں کہ قرآن وسنت کے بعد سب سے زیادہ محترم علمی شاخ "فقہ" کو بنیاد بنا کر اس کے حوالہ سے مختلف النوع موضوعات پر علمی سرمایہ فراہم کرتے اور مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں۔

احقر ہیچ مدان رسالہ کے روح رواں محترم ہاشمی صاحب کی سرپرستی اور عنایت کے سبب ایک عرصہ سے مضامین نگاروں کی فہرست میں شامل ہے اور توفیق الٰہی سے اس کے قلم سے بعض ایسی چیزیں نکلی ہیں جنہیں وطن عزیز ہی نہیں ہندوستان کے علمی حلقوں میں بھی پسند کیا گیا۔

ماضی میں ادارہ کی فرمائش پر "الحجر" کے عنوان سے احقر نے ایک طویل مقالہ سپرد قلم کیا جو قارئین کی نظروں سے گذر چکا ہے، گوکہ "الحجر" ایک خالص فقہی اصطلاح ہے لیکن دراصل اس کا بنیادی مقصد ایک انسان کو معاش کے مختلف پہلوؤں سے اس دائرہ میں رکھنا ہے جو دائرہ اللہ رب العزت نے اپنے آخری رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی وساطت سے تجویز فرمایا خود رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے "حجر" کے متعلق جو ارشاد فرمایا اور اس ضمن میں ائمہ مجتہدین اور علماء اجماع نے ابحاث سپرد قلم کیں، ان پر عمل پیرا ہو کر امت افراط و تفریط سے محفوظ ہو سکتی ہے اور اس کا ہر فرد معاشی طور پر پرسکون زندگی گذار سکتا ہے۔ لیکن جو حیثیت حاکمہ اس پر عمل درآمد کی ذمہ دار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس کی اپنی کوئی کل چونکہ سیدھی نہیں اس لیے بدقسمتی سے معاشرہ خوفناک طبقاتی کشمکش کا شکار ہو کر رہ گیا ہے اور بقول کسے۔

ہے ادھر بھی آدمی ، ہے ادھر بھی آدمی
اس کے جوتے پر چمک اس کے چہرے پر نہیں

والی کیفیت ہو چکی ہے کہ ایک طبقہ پرتعیش زندگی گذار رہا ہے طویل وعریض محلات نما کوٹھیاں ایک سے زائد گاڑیاں ، بے مقصد بیرونی سفر اور ایسی ہی چیزیں اس کا مشغلہ ہیں تو دوسرا طبقہ جو اکثریت میں ہے اس حال میں ہے کہ اسے بنیادی انسانی ضروریات بھی میسر نہیں۔

چنانچہ "الحجر" کے بعد یہ داعیہ پیدا ہوا کہ " اسلام کے تصور ملکیت پر گفتگو کی جائے تاکہ مادر پدر آزادی کی آڑ میں وسائل رزق پر قبضہ داری رکھنے والے طبقہ کی اصلاح ہو سکے تو دوسری طرف ستم رسیدہ طبقہ کو احساس ہو سکے کہ اس کی محرومیوں کا سبب اسلام کا نظام عدل نہیں بلکہ وہ استحصالی طبقہ ہے جس نے وسائل رزق پر قبضہ جما رکھا ہے یا وہ مذہبی گروہ ہیں جو ایسے طبقات کی سرپرستی کرتے ہیں اس اہمیت کے اعتبار سے چونکہ یہ موضوع بہت نازک اور توجہ طلب ہے اس لیے اسے مؤخر کر کے آج کی صحبت میں ان اصولی ہدایات پر گفتگو کی جا رہی ہے جو خالص معاش و اقتصاد کے حوالہ سے اسلام نے دیں اور جو محض تھیوری یا فلسفہ نہیں بلکہ اپنے سنہری دور میں عملی طور پر سامنے آکر اپنی افادیت معاشرہ سے منوا چکی ہیں۔

ممکن ہے کہ کوئی ستم ظریف یہ کہے کہ " منہاج "، کا اصولی موضوع فقہی مسائل ہیں اور زیر نظر موضوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو ہم یہ عرض کرنے کی جسارت کریں گے کہ ایسا سوچنا درحقیقت اس لیے ہے کہ سال ہا سال کی غلامی نے اور دور غلامی کے تعلیمی سسٹم نے ہماری ایسی کایا کلپ کی ہے کہ الامان۔

لسان العصر اکبر الہ آبادی مرحوم نے اسی لیے کہا تھا کہ

شیخ مرحوم کا قول اب بھی ہمیں یاد آتا ہے
دل بدل جاتے ہیں تعلیم بدل جانے سے !

ایک مفکر کے بقول " آج دو متوازی نظام ہائے تعلیم جو ہمارے سامنے ہیں وہ دونوں ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری اجتماعی ضروریات کے لیے ناکامی ہیں۔ ایک نے ہمیں محض بندۂ ہوس بنا دیا ہے تو دوسرے نے اس دنیا سے لاتعلق ہو کر راہبانہ زندگی کا ہمیں عادی بنا دیا ہے حالانکہ اسلام "اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ" کا علمبردار ہے۔

ہمارے یہاں "فقہ" کے مخصوص ابواب پڑھائے جاتے ہیں جن کے بعد چند مسائل پر سر پھٹول کے لیے ہم خوب طیار ہو جاتے ہیں اور بس۔ جب کہ اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو فقہی سرمایہ ہمارے لیے چھوڑا اس میں زندگی کے جملہ مسائل کے لیے وسیع رہنمائی موجود ہے۔

دکھ یہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی تعلیمی طور پر ہمارا قبلہ درست نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کالجز اور جامعات سے لے کر قدیم طرز کے مدارس تک وہی صورت حال ہے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے تھی۔

بہرطور ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس عظیم عالم کے ایک اقتباس سے گفتگو شروع کریں جس کا نام امام ولی اللہ دہلوی ہے بقول مولانا شبلی نعمانی مرحوم غزالی، ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد مایوسی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں پیدا ہونے والی شخصیت، جو تنہا سب پر بازی لے گئی وہ شاہ ولی اللہ کی ہے اسلام کے فلسفہ پر شاہ صاحب کی عدیم النظیر کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کے دونوں حصوں کے مختلف ابواب سے ملخص پیش کیا جا رہا ہے اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام ایک "صالح معاشی نظام" کا علمبردار ہے ایسا نظام جو اپنی علیحدہ کوئی زندگی نہیں رکھتا بلکہ زندگی کے دوسرے وسیلوں، مسائل اور نظاموں کی طرح قرآن عزیز کا ایک جزو ہی ہے — یہ جزو ایسا ہے کہ اسلام کے اخلاقی اور مذہبی سسٹم سے اس کا گہرا تعلق ہے اور ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بھی ممکن نہیں۔

ساتھ ہی اس کا بھی اندازہ ہو سکے گا کہ جناب رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو دنیا کے حالات بعینہٖ ایسے تھے جیسے آج ہیں ظلم، استحصال، طبقاتی کشمکش اور بے راہ روی نے انسانیت کو اپنے خونی پنجوں میں جکڑا ہوا تھا اور سچے رب کی آقائی و معبودیت کی جگہ مختلف انواع چھوٹے آقا انسانیت کا ہر نوع استحصال کر رہے تھے تو غضب الٰہی نے بھڑک کر اس صورت حال کی اصلاح کا پروگرام بنایا اور "ایک رسول اُمّی کو مبعوث فرما کر انسانیت کی فلاح کی تدبیر کی حتیٰ کہ لوگ دوسروں کی غلامی سے آزاد ہو کر سچے رب کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غلامی میں آگئے اور سکھ چین کی زندگی بسر کرنے لگے ــــ اقتباسات طویل ضرور ہیں لیکن بہت اہم ہیں اس لیے انہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ کس طرح یکساں ہیں اور یہ کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے اسی رسول امیؐ کی ہدایات کو حرزِ جاں بنانا پڑے گا۔

جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنا لیا اور آخرت تک کو بھلا دیا۔ اور شیطان نے ان پر غلبہ کر لیا تو اب ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہو گئے اور ان میں کا ہر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے اور اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے مختلف گوشوں سے وہاں ایسے ماہرین جمع ہو گئے جو بیجا عیش پسندوں کو داد عیش دینے کے لیے عیش پسندی کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے اور سامان عیش مہیا کرنے کے لیے عجیب وغریب وقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے اور قوم کے اکابر اس جد وجہد میں مشغول نظر آنے لگے کہ اسباب تعیش میں کس طرح وہ دوسرے پر فائق ہو سکتے اور ایک دوسرے پر فخر ومباحات کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے امراء اور سرمایہ داروں کے لیے یہ سخت عیب اور عار سمجھا جانے لگا کہ ان کی کمر کا پٹکہ یا سر کا تاج ایک لاکھ درہم سے کم قیمت کا ہو یا ان کے پاس عالی شان سر بفلک محل نہ ہو جس میں پانی کے حوض، سرد وگرم حمام، بے نظیر پائیں باغ ہوں اور ضرورت سے زائد نمائش کے لیے بیش قیمت سواریاں حشم وخدم اور حسین وجمیل باندیاں موجود ہوں اور صبح وشام رقص وسرور کی محفلیں گرم ہوں اور جام وسبو سے شراب ارغوانی چھلک رہی ہوں فضول خرچی کے وہ سب سامان مہیا ہوں جو آج بھی تم عیش پسند بادشاہوں اور حکمرانوں میں دیکھتے ہو اور جس کا ذکر قصۂ طولانی کے مرادف ہے۔

غرض یہ غلط اور گمراہ کن عیش ان کے "معاشی نظام" کا اصل الاصول بن گیا تھا اور کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ یہ صرف نواب اور امراء کے طبقہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ پوری مملکت میں ایک عظیم الشان آفت اور وباء کی طرح سرایت کر گیا تھا اور عوام وخواص سب میں یہی جذبۂ فاسد پایا جاتا اور ان کے "معاشی نظام" کی تباہی کا باعث بن رہا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ مملکت کی اکثریت پر یہ حالت طاری تھی کہ دلوں کا امن وسکون مٹ گیا تھا، ناامیدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کاہلی بڑھتی جاتی تھی اور بہت بڑی اکثریت رنج و غم اور الام و مصائب میں گھری نظر آتی تھی، اس لیے کہ ایسی مفرطانہ عیش پرستی کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم اور آمدنی درکار تھی اور وہ ہر شخص کو مہیا نہ تھی۔ البتہ اس کے لیے بادشاہ اور نوامراء اور حکام نے معاشی دستبرد شروع کر دی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشتکاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کار پردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور مجبور کر کے ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنا دیا جو آبپاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں اور پھر کارکنوں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجات و ضروریات کے مطابق بھی کچھ پیدا کر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ ظلم و بد اخلاقی کی انتہا ہو گئی تھی۔

اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو اپنی اخروی سعادت و فلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لیے بھی مہلت نہ ملتی تھی اور اس "فاسد معاشی نظام کا ایک مکروہ پہلو یہ بھی تھا کہ جن صنعتوں پر نظام عالم کی بنیاد قائم ہے وہ اکثر بیک قلم متروک ہو گئیں اور امراء و رؤسا کی مرضیات و خواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بہتر حرفہ شمار ہونے لگا۔ اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بد اخلاقی کا نمونہ بن گئی تھی اور ان میں سے اکثر کا گزارہ بادشاہوں کے خزانوں سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہو گیا تھا۔ مثلاً ایک طبقہ جہاد کئے بغیر باپ دادا کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ خواری کر رہا ہے تو دوسرا مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہے۔ کوئی بادشاہ اور امراء کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام سے وثیقہ پا رہا ہے تو کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے زمرہ میں مالی استحصال کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا اور ایک بڑی جماعت چاپلوسی مصاحبت، چرب زبانی اور درباری داری کو ذریعہ معاش بنانے پر مجبور ہو گئی تھی اور یہ ایک ایسا فن بن گیا تھا جس نے ان کے افکار عالیہ اور ذہنی نشو و نما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست و ارزل زندگی پر قانع کر دیا تھا۔

پس جب یہ فاسد مادہ وبا کی طرح پھیل گیا اور لوگوں کے دلوں تک سرایت کر گیا تو ان کے نفوس دنائت و خست سے بھر گئے اور ان کی طبائع، اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ان کے تمام اخلاق کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس " فاسد معاشی نظام " کی بدولت پیش آیا جو عجم و روم کی حکومتوں میں کارفرما تھا۔

آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض ناقابل علاج حد تک پہنچ گیا تو خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اکھڑ جائے اس کا قلع قمع ہو جائے۔ اس نے ایک نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معبوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا، وہ آیا اور اس نے روم و فارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم و روم کے رسم و رواج کے خلاف صحیح اصولوں پہ ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی۔

اس نظام میں فارس و روم کے فاسد نظام کی قباحت کو اس طرح ظاہر کیا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو یک قلم حرام قرار دیا جو عوام اور جمہور پہ معاشی دستبرد کا سبب بنتے اور مختلف عیش پسندیوں کی راہیں کھول کر حیات دنیوی میں بیجا انہماک کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات اور حریر و دیبا کے نازک کپڑوں کا استعمال اور تمام انسانی نفوس کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ہر قسم کے چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال اور عالی شان کوٹھیوں اور رفیع الشان محلات و قصور کی تعمیر اور مکانوں میں فضول زیبائش و نمائش وغیرہ کہ یہی فاسد نظام کے ابتدائی منازل اور معاشی نظام کی تباہی کا منشار و مولد ہیں۔

بہر حال خدائے تعالیٰ نے اس ہستی کو اخلاق کریمانہ اور نیک نہادی کے لیے معیار اور طاہر و پاک امور کے لیے میزان بنا دیا۔

اسی طرح " ارتفاقات " پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

" یہ واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا منشار اگرچہ بالذات عبادت الٰہی سے متعلق ہے مگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس منشار میں رسوم فاسد کو فنا کر کے اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام بھی شامل ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میں اس لیے معبوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

اور اس لیے اس مقدس ہستی کی تعلیم میں " رہبانیت " کو اخلاقی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسانوں کے باہم اختلاط و اجتماع کی زندگی کو ترجیح دی گئی ہے لیکن اس اجتماعیت کا امتیاز یہ قرار دیا ہے کہ اس کے معاشی نظام میں نہ دولت و ثروت کو وہ حیثیت حاصل ہو جو عجمی بادشاہوں کے یہاں حاصل تھی اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ تمدن سے بیزار دہقاں اور وحشی لوگوں کی طرح ان کی معیشت ہو۔

پس اس مقام پر دو متعارض قیاس کام کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک محبوب و محمود شئے ہے اس لیے کہ اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسانوں کا دماغی توازن اعتدال پر رہتا اور اس سے ان کے اخلاق کریمانہ صحیح اور درست رہتے ہیں۔ نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو۔ اس لیے کہ بیکسانہ اور مجبورانہ افلاس، سوء تدبیر اور مزاج کے اختلال کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک بدترین چیز ہے جب کہ وہ باہمی مناقشات اور بغض و حسد کا سبب بنتی اور خود اہل دولت و ثروت کے اطمینان قلب کو تعب اور حریصانہ کد و کاوش کے زہر سے مسموم کرتی ہو۔ کیونکہ اس صورت میں یہ بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کر دیتی، آخرت اور یاد الٰہی یعنی روحانی زندگی سے یکسر غافل و بے پروا بنا دیتی اور مظلوموں پر نت نئے مظالم کا دروازہ کھولتی ہے۔ لہٰذا پسندیدہ راہ یہ ہے کہ دولت و ثروت "نظام معیشت" میں ایسا درجہ رکھتی ہو جو توسط اور اعتدال پر قائم ہو اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اور یہ صحیح معاشی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے اقتباسات سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ دنیا میں بگاڑ اور فساد کیوں کر پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ انسانی زندگی کس طرح باہم مربوط ہے اور یہ کہ بگاڑ کی اصلاح کیوں کر ممکن ہے۔

یہ کچھ سمجھنے کے بعد اصولی طور پر چار نکات سامنے رکھ لیں جو ایک صالح معاشی نظام کی بنیاد ہیں۔

(الف) صالح معاشی نظام وہی ہوگا جو ہر متعلقہ فرد کا اس طرح معاشی طور پر کفیل ہو کہ کوئی فرد کسی طرح محرومی کا شکار نہ ہو۔

(ب) ایسے اسباب و وسائل کا قلع قمع کر دیا جائے جن کے سبب معاشی دست برد کا دروازہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کھل جائے اور لوگ ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کرنے لگیں۔

(ج) دولت اور اسباب دولت کسی خاص فرد یا جماعت میں سمٹ کر نہ رہ جائیں۔ بلکہ ہر فرد ان سے استفادہ کر سکے۔

(د) محنت و سرمایہ کے درمیان ایسا توازن قائم ہو کہ کسی کو کسی سے شکوہ نہ رہے۔

آج کا دور ایسا ہے کہ کچھ طبقات چاند سورج پر قدم جمانے کے مدعی ہیں اور وہ اسی کو کامیابی کی معراج سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ کوئی کامیابی نہیں کیوں کہ فضا رکی بلندی میں چیل گدھ جیسے پرندے بھی اڑ رہے ہیں اور ایک حقیر جگنو اور مکھی و مچھر اڑتے اڑتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے ــــ ایسے مدعیوں سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ۔

؎ تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پر داختی

تمہیں تو اس زمین کی خلافت بخشی گئی تھی اس کو تم نے نمونہ جہنم بنا ڈالا تو اگر تم چاند و مریخ پر پہنچ بھی گئے تو کیا حاصل کیا؟ یہ تو مقصد زندگی سے فرار کی راہ ہے ــــ اصل ضرورت "معاشیات معیاری" کی تلاش ہے ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے بقول۔

معاشیات معیاری کا مقصد معیشت موجودہ کی تشریح اور توجیہ نہیں بلکہ "معیشت حجۃ" کا پہنچ چلانا ہے۔ وہ محض یہ معلوم کرنے پر قانع نہیں کہ معاشی کل پرزے کیسے کام کرتے ہیں بلکہ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ معاشی کل ہونی کیسی چاہیئے۔

معیشت حجۃ" سے مراد وہ معیشت ہے جو مقصد حیات انسانی اور مقصد کائنات کے مطابق اور ان سے ہم آہنگ ہو معاشیات سے متعلق جملہ تمام مسائل کا انحصار اسی پر ہے کہ یہ اصل ہے اور باقی اس کے ماتحت قدریں ہیں۔

اسی ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر واضح کیا کہ آج کے مختلف الفکر معاشیین فلسفہ کے مقابلہ میں علم کے حامی ہیں وہ اس پر تو بحث کرتے ہیں جو کچھ موجود ہے (غلط یا صحیح) لیکن ہونا کیا چاہیئے اس سے وہ مطلق سروکار نہیں رکھتے معاشیات میں وہ اخلاقی احکام کے سختی سے مخالف ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اسلام جس کے حوالہ سے گفتگو مقصود ہے وہ صرف علم و تھیوری نہیں بلکہ ایک عملی سسٹم ہے اور اس کا جو سنہری دور تھا یعنی دور نبوت و خلافت راشدہ، اس میں دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ صدقہ دینے والے لیے لیے پھرتے ہیں لینے والا کوئی نہیں اس دور میں علمی و فنی موشگافیاں نام کو نہ تھیں لیکن رفاہیت و خوشحالی کا یہ حال تھا کہ کافر و مسلم کی تمیز کے بغیر سبھی پرسکون اور مطمئن زندگی گذار رہے تھے کسی کو کسی سے شکایت نہ تھی [۱]

اگر آپ غور فرمائیں تو معاشی نظام کے منشا کے سلسلہ میں دو قسم کی سوچیں نظر آئیں گی ایک سوچ کا عنوان قرآن عزیز کے الفاظ میں "ھل من مزید" ہے [۲] اس میں انسان کو کبھی سیری نہیں ہوتی بلکہ اس کی ہوس ہر حال میں بڑھتی جاتی ہے۔

دوسری سوچ یہ ہے کہ انسان کے پیش نظر نفع بازی نہ ہو بلکہ ضروریات زندگی کی تکمیل اور رفع حاجات ہو اور یہی محرک ہو کہ انفرادی و اجتماعی احتیاجات پوری کی جا سکیں۔

اسلام دوسری سوچ کا علمبردار ہے وہ ہوس زر اور منافع بازی کے تخیل کو حرف غلط کی طرح مٹا کہ رفع حاجات کے پہلو کو سامنے رکھتا ہے — مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

رگویا اس نظام معیشت میں، بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیوں کہ سعی و کسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا اور اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت بہ حیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لیے کمائیں گے تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت پیدا نہ ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی و مفلس کا پیام ہو جائے جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے [۳]

اس اصول کے پیش نظر اسلام کا معاشی نظام ایسا نظام ہے جو اپنے اندر علم معیشت کے جملہ قدیم و جدید مذہبی و عقلی نظاموں کے محاسن سموئے ہوئے اور ان کے مجموعہ سے کہیں بڑھ کر خوبیوں اور محاسن کا مالک ہے — اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ انسانی دماغ کا اختراع نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس خالق کائنات کا بتلایا ہوا ہے جو "رب العالمین ہے جس سے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی اس درخواست پر کہ:

وارزق اهله من الثمرات من آمن منهم بالله واليوم الآخر۔

اور اس شہروں کے رہنے والوں میں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اس کو کھانے کے لیے قسم قسم کے میوے عطا فرما۔

فرمایا تھا۔

ومن کفر فامتعه قليلا۔

اور جو شخص کفر کرے گا اس کو بھی تھوڑی مدت (یہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی مدت (یہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی مدت ہے) خوب سودمند کروں گا[۳]

اسی تمہیدی گفتگو کے بعد ہم آپ کو قرآن عزیز کی ان آیات سے روشناس کراتے ہیں جن میں معاشیات کے اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ لیکن ان آیات کے نقل سے قبل یہ واضح کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ قرآن عزیز کی ایک بنیادی روش ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں محض اساسی اصول اور اختصار کے ساتھ کلیات کو ذکر کرکے ان کی تفصیلات وتشریحات کو ارشادات نبوی اور ان سے مستنبط احکام (فقہ) کے حوالے کر دیتا ہے۔

قرآن بتلاتا ہے کہ رزق ومعاش کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے ہے وہی ہر کسی کا کفیل ہے، اس کا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے اس متنوع ماحول کے پیش نظر رزق کے اندر درجات کا فرق وتفاوت ہو تو ہو لیکن کوئی محروم معیشت ہو، یہ ممکن نہیں۔

اس ضمن میں جو آیات قرآنی ہیں ان کا متن چھوڑ کر محض ترجمہ دیا جا رہا ہے تاکہ معاملہ طویل نہ ہو جائے باذوق قارئین کتاب الٰہی کے ان مقامات کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) اور کوئی ذی روح زمین پر چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو[۴]

(ب) اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سب آسمان میں ہے[۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ج) اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کیا کرو ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی ۱ے

(د) اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے ۲ے

(ہ) بلا شبہ اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو روزی دینے والا زور آور اور مضبوط ہے ۳ے

(و) اور ہم نے زمین میں تمہاری معیشت کے سامان پیدا کئے اور ان جانداروں کو پیدا کیا جن کو تم روزی نہیں دیتے ۴ے

(ز) وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لیے پیدا کیا ۵ے

قرآن کریم کی ان آیات میں بغیر کسی تخصیص ہر فرد و بشر کو خطاب ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ معیشت و اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کے خزانہ کی وہ عطا ہے جس سے فائدہ اٹھانے کا ہر جاندار کو برابر کا حق ہے۔

دو آیات مزید ملاحظہ فرما لیں جن میں اس روح کی زیادہ وضاحت ہے۔

(الف) اور اسی نے (اللہ تعالیٰ نے) زمین میں زمین کے اوپر پہاڑ قائم کر دیے اور اس نے اس زمین میں برکت رکھی اور زمین پر رہنے والوں کی غذائیں بھی اس زمین میں مقرر کر دیں۔ یہ سب کچھ کامل چار دن میں ہوا، دریافت کرنے والوں کے لیے یہ واضح بیان اور پورا جواب ہے ۶ے

(ب) اور اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔ سو وہ لوگ جو برتری دیے گئے ہیں وہ اپنے زیر دستوں کو اپنی دولت اس طور پر کبھی دینے کے لیے آمادہ نہیں کہ وہ اور ان کے زیر دست سب اس مال میں مساوی ہو جائیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں ۷ے

ان جملہ آیات مبارکہ میں معیشت کی مساوات کا جس قدر واضح اور صاف اعلان ہے وہ اپنی مثال آپ ہے مصلح شیراز شیخ سعدی اسی حوالہ سے کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اے کریمے کہ از خزانہ غیب۔ گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم۔ تو کہ با دشمنان نظر داری ؎۱۰

اس مرحلہ پر اصل سوال جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ منشا الٰہی تو ہمارے سامنے آگیا کہ حق معیشت میں سبھی برابر ہیں اور کوئی فرد محروم المعیشت نہ رہنا چاہیے ـــ اس منشا الٰہی کی تکمیل کیسے ہوگی؟ اس فریضہ کو پورا کون کرے گا؟ کج رو طبائع کو چھوڑ کر اس کے نظام عدل و اجتماع پر نظر رکھنے والے ہر فرد کا جواب ایک ہی ہوگا کہ اس فرض کی ادائیگی "نائب الٰہی" (خلیفہ) پر عائد ہوتی ہے وہ اگر اس کا اہتمام کرتا ہے تو اس کی حکومت کو "حکومت عدل" کا نام دیا جائے گا ورنہ وہ نظام فاسد نظام کہلائے گا جس کا جڑ سے اکھاڑ پھینکنا سب کا فرض ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ جس کا ترجمہ گذر چکا ہے، اس پر گفتگو کرتے ہوئے شیخنا العالم مولانا محمود حسن دیوبندی (شیخ الہند) ارشاد فرماتے ہیں۔

جملہ اشیار عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعا" تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خداوندی تمام اشیار کی پیدائش سے رفع حوائج جملہ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے ہاں بوجہ رفع نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تلک کسی شئے پر ایک شخص کا قبضہ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تلک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک وقابض کو چاہیئے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل دونوں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہو اگو زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیار وصلحار اس سے بغایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ وتابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرمایا۔ بہر کیف غیر مناسب وخلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجۃ سے تو اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک "من وجہ" اس میں موجود۔ تو گویا شخص مذکور من وجہ مال غیر پر قابض ومتصرف ہے اور اس کا حال بعینہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مال غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیئے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت وحصول انتفاع "بقدرِ حاجت" ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے (یعنی خائن شمار ہوگا)۔

اور مشہور محدث ابن حزم ظاہری نے اس سلسلے میں محلی میں جو روایات نقل کی ہیں، وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔

"عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان معہ فضل ظہر فلیعد بہ علی من لا ظہر لہ ومن کان لہ فضل من زاد فلیعد بہ علی من لا زاد لہ قال فذکر من اصناف المال ما ذکر حتی رأینا انہ لا حق لاحد منا فی فضل"

محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۵۷، ص ۱۵۷، ص ۱۵۸

قال عمر بن الخطاب لو استقبلت من امری ما استدبرت لاخذت فضول الاغنیاء فقسمتها علی فقراء المھاجرین۔

(محلی ابن حزمؒ ص ۱۵۸ ج ۶)

بقول علامہ ابن حزمؒ یہ روایت نہایت ہی صحیح ہے)

وصح عن عبیدۃ بن جراح وثلثمائۃ من الصحابۃ (رضی اللہ عنہم) ان زادھم فنی فامرھم ابو عبیدۃ فجمعوا ازوادھم فی مزودین وجعل یقوتھم ایاھا علی السواء۔ (محلی جلد ۶ ص ۱۸۵)

حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس قوت وطاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ اس فاضل سامان کو کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خور دونوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیئے کہ فاضل سامان نادار اور حاجتمند کو دے دے۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مختلف انواعِ مال کا ذکر فرماتے رہے حتی کہ ہم نے یہ گمان کر لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں اس میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلا شبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

حضرت ابوعبیدہ اور تین سو صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ (ایک موقعہ پر) ان کا سامان خورد و نوش ختم کے قریب آ لگا۔ پس حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کرو اور پھر سب کو یکجا جمع کر کے ان سب میں برابر تقسیم کر کے سب کی قوت لایموت کا سامان کر دیا۔" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اور آیات قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں۔

> اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فی (بیت المال کی آمدنی) ان غرباء کی معاشی کفالت کو پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے (یعنی ان کے فاضل مال سے بہ جبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔

"ایضاح الادلہ" اور محلی ابن حزم کے حوالہ سے جو کچھ گذرا اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظام معیشت حق معیشت میں مساوات کا کتنا بڑا علمبردار رہا ہے اور "امیر اسلام" (حکومت) کو کس طرح اختیار دیتا ہے تاکہ اس پر عمل درآمد ہو سکے اسلامی نظام کے حقائق سے ناآشنا دماغ اور وہ لوگ جن کی پرورش اس فاسد نظام میں ہوئی اور غیر ملکی حکمرانی کے بعد بھی فاسد نظام تعلیم نے جن کی روحوں کو زنگ آلودہ کر دیا ہے ان کے نزدیک ہماری گفتگو تو یقیناً منشاء الٰہی کے خلاف معلوم ہو گی کہ ایسے افراد یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کروڑوں انسانوں کو محروم المعیشت پیدا کیا ہے تو پھر یہ کیسے مان لیں کہ اس کی مرضی یہ ہے کہ تمام افراد کا اس میں حق ہے ـــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کہیں کہ کسی خارجی نظام سے متاثر و مرعوب ہو کر ہم کوئی نئی تعبیر کر رہے ہیں لیکن ایسے کندہ تراش انسانوں سے ہم کہیں گے کہ وہ کہیں تکوین و تشریع کے فرق کو اگر آپ ملحوظ خاطر رکھتے تو اس قسم کے وساوس و شبہات تمہارے اندر پیدا نہ ہوتے ـــ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر جو بھی نظام بنا دیا لیکن تشریعی طور پر اس نے خود انسانوں ہی کو عدل و انصاف کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

اس نے اس جہان رنگ و بو میں اچھائی اور برائی کی ہر دو راہیں انسان پر واضح کر دی ہیں ـــ قرآن میں ہے۔

وھدینٰہ النجدین

اور ہم نے اس کو (انسان) دونوں راہیں دکھا دیں یعنی خیر و شر کی،

اب شر کی راہ کو نظر انداز کر کے خیر کی راہ کو اپنانا اور اس پر چلنا یہ انسانیت کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور جب اس ذمہ داری کو اپنایا جائے گا تو اس جہان میں کوئی بھوکا اور قلاش نہ رہے گا بلکہ

نکتہ شرع مبین این است و بس
در جہاں محتاج باشد نہ کس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے بقول ہر ایک مطمئن اور آسودہ زندگی گذارے گا۔

جب اس دھرتی پر بسنے والے اپنے متعلق یہ خیال کر لیں گے کہ ہم سب "اللہ تعالےٰ کا کنبہ" ہیں تو پھر کوئی کسی پر ظلم نہ کرے گا نہ استحصال بلکہ "انما المؤمنون اخوۃ" کی قرآنی ہدایت کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہیں گے اور یوں یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گا حق معیشت میں مساوات کا اصول ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ درجات معیشت میں سب کا یکساں ہونا فطری طور پر ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت فرق مراتب رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتدال کی راہ سے ہٹ کر وہ طریق کار اختیار کر لیا جائے کہ انسانیت طبقات میں بٹ کر رہ جائے اور ایک طبقہ کی ترقی دوسرے کے افلاس کا سبب بن جائے۔

قرآن عزیز کے وہ مقامات جن میں درجات معیشت کا ذکر ہے ان کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) دنیوی زندگی میں بھی ان کی روزی ان میں ہم ہی نے تقسیم کر رکھی ہے۔

اور ہم نے باعتبار مراتب ایک کو دوسری پر بلندی عطا کر رکھی ہے [۱]

(ب) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے اور یہ کافر دنیا کی زندگی پر اترائے ہیں حالانکہ یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں سوائے تھوڑے سے فائدے کے اور کچھ بھی نہیں [۲]

(ج) اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور باعتبار درجات کے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی تاکہ اس میں وہ تمہاری آزمائش کرے [۳]

(د) النحل کی آیت ۱۷ بھی ملاحظہ فرمالیں جو پہلے گذر چکی۔

گویا ان آیات میں جہاں درجات معیشت اور فرق مراتب کا ذکر کیا وہاں اس کی ایک خاص مصلحت بھی بتلا دی کہ اس کا سبب ایک خاص قسم کی آزمائش ہے ــــ کہ ایک طرف کسی کو صاحب ثروت بنایا تو اس سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنی ثروت کو تنہا اپنی ثروت نہ سمجھے بلکہ خیال رکھے کہ جتنا وہ زیادہ کمائے گا اجتماعی حقوق اس پر اتنے ہی بڑھتے جائینگے اور غیر متمول حضرات کی آزمائش یہ ہے کہ وہ متمول طبقہ کو دیکھ کر ناشکری کا راستہ نہ اختیار کریں اور حسد و بغض سے احتیاط رکھیں اور قناعت کی زندگی اپنا کر سکون قلب کی دولت حاصل کریں یا پھر عملی میدان میں سرگرم ہو کر اپنا مقام بڑھالے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تمول و خوشحالی کی چڑیا کو اپنے قبضہ میں لے لے۔

اس ضمن میں تیسری قرآنی ہدایت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو احتکار و اکتناز سے بچائے کوئی ایسی شکل نہ پیدا ہونے دے کہ دولت پھیلنے کے بجائے سمٹ کر کسی خاص طبقہ میں محدود ہو جائے احتکار و اکتناز کی حرمت اور انفاق کے وجوب کے لیے ان آیات کو سامنے رکھیں۔

الف۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس سونے چاندی کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو اے پیغمبر آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجیے جس دن اس سونے چاندی کو دوزخ کی آگ میں رکھ کر تپایا جائے گا پھر اس تپتے ہوئے سونے چاندی سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا تو اس اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو[۲۴]

ب۔ (فقراء، مساکین، قرابت داروں اور یتیموں وغیرہ پر خرچ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا۔ تاکہ وہ مال فے تم میں سے سرمایہ داروں کے ہاتھوں دائر اور رہوتا پھرتا ہو کر نہ جائے[۲۵]

(ج) اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو[۲۶]

ان کے علاوہ اس حوالہ سے اور بھی متعدد آیات ہیں جن میں ادائے زکوٰۃ و صدقات اور انفاق کا ذکر ہے اور خرچ کے متعلق عزیز رشتہ داروں، پڑوسیوں حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کا ذکر ہے ــــ اور ان سب کی روح یہی ہے کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ والی چیز نہیں خرچ و انفاق والی چیز ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن کے بقول:

اسی لیے ان آیات کی تفسیر میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کیے گئے ہوں تو وہ مال احتکار و اکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز سے متعلق وعید کا مصداق ہے اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام "سرمایہ داری" ہے اور یہ حرام و باطل ہے اور تباہ کر دینے کے قابل۔

اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجات اصلیہ اور مالی فرائض و واجبات کی ادا کے بعد دولت باقی بچے (جس کا امکان کم ہی ہے)، تو اس کا پس انداز کرنا اگرچہ جائز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے مگر خلاف اولیٰ ہے کیوں کہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہوچکے ہیں لہٰذا اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف ہونا چاہیئے۔ رہ گئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے اکابر علما تو وہ اس کو بھی حرام بتلاتے ہیں [۲۷]

ان آیات کے علاوہ جن میں احتکار و اکتناز سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور زکوٰۃ وصدقات اور انفاق کا حکم ہے، وہ آیات بھی سامنے رکھیں جن میں میراث وغیرہ کے مسائل و احکام ہیں تو پھر ہمارے اس دعوے کا مزید ثبوت مل جائے گا کہ دولت روک رکھنے کی چیز نہیں خرچ کرنے، پھیلانے اور تقسیم کرنے کی چیز ہے۔

اگلی چیز جو اس ضمن میں اسلام نے بتلائی وہ ہے "فاسد نظام معیشت کا انسداد اور سرمایہ ومحنت میں عادلانہ توازن" لین دین کے جملہ معاملات میں کوئی ایسا طریقہ جائز نہیں جس سے فاسد نظام معیشت بر دئے کار آئے، اسے اعانت میسر آئے یا محنت و اجرت کے لیے جائز سعی و محنت بیکار ہو کر رہ جائے اور سرمایہ ومحنت کے درمیان توازن باقی نہ رہے اس نقطہ نظر سے ربوا اور قمار کی جملہ ظاہری اور مخفی اقسام، احتکار و اکتناز کی جملہ شکلیں اور عقود فاسدہ کی تمام صورتیں مردود قرار پاتی ہیں — قرآن عزیز کے اصولی ارشادات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کردیا ہے [۲۸]

ب۔ اللہ تعالیٰ سودی کاروبار کو مٹاتا اور صدقات و خیرات کو ترقی دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کسی ناشکر گذار گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا [۲۹]

ج۔ بے شک شراب، جوا، بت اور فال کھولنا ناپاک ہیں، کار شیطان ہیں پس ان سے بچو [۳۰]

د۔ خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔ ان لوگوں کے لیے کہ جب ماپ کریں تو لوگوں سے تو پورا پورا بھر لیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں [۳۱]

ھ۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل (ناجائز طریقہ) سے نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو تو اس طرح کھا سکتے ہو (گویا ہر شخص اپنے حصے کے مطابق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنا حق لے سکتا ہے ۔[۱۵۵]

ان آیات قرآنی کی روشنی میں حضرت الامام الشاہ ولی اللہ الدھلوی قدس سرہ حجۃ اللہ البالغہ کے "باب ابتغاء الرزق" میں نہایت ہی عالمانہ اور مدلل گفتگو فرمائی ——— طویل اقتباس ہے دیکھیں اور غور فرمائیں کہ کس طرح روح قرآنی میں ڈوبے ہوئے ارشادات ہیں۔

"یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں ان کی معاشی حیات کے لیے سب کچھ سامان فراہم کر دیا اور ان سب کو سب کے لیے مباح اور عام کر دیا تو ان سے متمتع ہونے میں مخلوقات کے درمیان مزاحمت اور مناقشت شروع ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی شے کو اپنے قبضہ میں کر لے یا مورث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آجائے یا ان کے علاوہ ایسے دوسرے طریقوں سے اس کا قبضہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز طریقے قرار پا چکے ہیں تو ایسی صورت میں اب کسی دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شے میں مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ البتہ دوسرے کی مقبوضہ شے کو حاصل کرنے کا جائز طریقہ ہے کہ یا خرید و فروخت اور لین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل پیدا کرے یا معتبر طریقوں سے باہمی رضامندی کا معاملہ اس طرح انجام پا جائے کہ ہر دو جانب میں اس کے متعلق صحیح علم ہو اور اس معاملہ میں نہ التباس اور دھوکے کا دخل ہو اور نہ غلط ملط کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ نیز جب کہ انسان مدنی الطبع واقع ہوئے ہیں تو ان کی معاشی زندگی باہمی تعاون و اشتراک کے بغیر ناممکن ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تعاون اور باہمی اشتراک عمل کو واجب کر دیا اور یہ بھی لازم قرار دیا کہ کسی فرد کو بھی ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا حق حاصل نہیں ہے جو تمدن میں دخیل ہیں مگر یہ کہ کسی شخص کو بعض مجبور کن حالات ایسا کرنے پر مجبور کر دیں۔

نیز اسباب معیشت کے "اسباب" بننے میں اصل الاصول یہ ہے کہ اموال مباح میں سے کسی شے کو اپنے قبضہ میں لیا جائے یا ان اموال مباح کے وسیلہ سے جو کہ مالی ترقی کا ذریعہ بنا کرتے ہیں، اپنے مقبوضہ اور مشخصہ مال کو ترقی دی جائے۔ مثلاً چرائی کے ذریعہ سے چوپایوں کی افزائش نسل یا زمین کی درستی اور پانی کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیرابی کے ذریعہ سے زراعت وکاشت کاری لیکن مال مباح کو اپنے لیے خاص کرنے یا دوسرے مباح اموال کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں شرط اولین یہ ہے کہ یہ تصرفات اس طرح عمل میں نہ آنے پائیں کہ ایک فرد دوسرے فرد کے لیے معاشی ذرائع کی تنگی اور ضیق کا باعث بن جائے اور اس طرح تمدن کو فاسد اور برباد کردے (یعنی جب کہ حلال وسائل معاش سب کے لیے یکساں طور پر مباح الاصل ہیں تو اب کسی شخص کو اپنی شخصی معاش کے لیے اسی قدر اس میں تصرف اور دعویٰ ملکیت جائز ہے کہ اس کا یہ عمل دوسروں کی معاشی زندگی کی پریشانی کا باعث نہ بن جائے اور اس کی دولت مندی دوسروں کے افلاس اور فقر و فاقہ کا سبب نہ ثابت ہو)

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اگر "معاشی معاملات" میں لوگوں کے درمیان باہمی تعاون اور اشتراک عمل کے ذریعہ مالی ترقی و نمو بروئے کار نہ آئے تو تمدن کا مصالح اور صحیح رہنا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔ مثلاً ایک چاہتا ہے کہ وہ تجارتی مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جائے اور ایک معین مدت کے لیے وہ اس ایاب و ذھاب کی گارنٹی چاہتا ہے (یعنی تجارت کو ذریعۂ معاش بناتا ہے)، یا مثلاً ایک دوسرا شخص اپنی عملی جدوجہد کے ذریعے دوسروں کے مال کی دلالی کرتا ہے (یعنی محنت کو ذریعہ معاش بناتا ہے)، یا ایک تیسرا شخص اپنی نئی نئی پسندیدہ ایجادات کے ذریعے دوسروں کے مال کو بیش قیمت اور بہتر بناتا ہے (یعنی صنعت و حرفت کو وسیلۂ معاش بناتا ہے)، اور اس طرح دوسرے جائز طریقے اختیار کرتا ہے (تو ان سب صورتوں میں تعاون کے بغیر معاشی زندگی میں استواری پیدا نہیں ہو سکتی)۔ بہرحال ان تمام معاملات میں صحیح تعاون و اشتراک عمل ضروری اور واجب ہے اور اگرچہ مالی ترقی ایسے طریقہ سے کی جائے کہ اس میں سرے سے تعاون کا کوئی دخل ہی نہ ہو جیسا کہ قمار (جوا) کا کاروبار یا ایسے طریقہ سے عمل میں آئے کہ بظاہر تو تعاون نظر آتا ہو لیکن حقیقت میں وہ زبردستی کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعاون ہو، حقیقی تعاون نہ ہو جیسا کہ مثلاً ربوٰ (سود) کا کاروبار۔ اس لیے کہ یہ بات بہت صاف ہے کہ ایک مفلس اور نادر اپنی معاشی پریشانیوں کی وجہ سے اپنے ذمہ ایسی ذمہ داریوں کو لے لینے کے لیے مجبور و مضطر ہو جاتا ہے جن کو پورا کرنے کی اپنی میں طاقت نہیں پاتا اور اس کی اس قسم کی رضامندی ہرگز رضامندی نہیں کہلائی جا سکتی۔

پس اس طرح کے کاروبار نہ پسندیدہ اور جائز معاملات کہلائے جا سکتے ہیں اور نہ ان کو معاشیات کے اسباب صالح کہا جا سکتا ہے اور بلاشبہ اس قسم کے تمام معاملات حکمت تمدن کی نگاہ میں باطل اور ظلم ہیں۔"[۳۳]

حضرت شاہ صاحب کے اس ارشادِ گرامی کو گہرائی اور دقت نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو مندرجہ ذیل ۴ اصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔

الف۔ معیشت میں فطری تفاوت کے باوصف تمام مخلوق یکساں ہے اور جملہ وسائل سب کے لیے مباح الاصل ہیں۔

ب۔ ان مباح اموال میں ہر فرد کو اتنا ہی تصرف کا حق حاصل ہے جس سے کسی دوسرے کے لیے معاشی تنگی پیدا نہ ہو۔

ج۔ معاشی معاملات میں باہمی تعاون اور اشتراکِ عمل واجب و لازم ہے۔

د۔ یہ تعاون ایسے صحیح طریقوں پر مبنی ہو کہ نظامِ تمدن میں ابتری نہ پھیلے۔

ان اصولوں پر عمل درآمد جب ہی ممکن ہے کہ۔

الف۔ کائنات میں ایک صالح معاشی نظام ہو جو اللہ تعالیٰ کی منشا اور حکم کے مطابق ہو۔

ب۔ اس صالح نظام میں وہ جملہ معاملات ناجائز اور حرام ہیں جن میں باہمی تعاون کا جذبہ نہ ہو۔

ج۔ اور وہ معاملات بھی ناجائز ہیں جن میں بظاہر تعاون نظر آتا ہو لیکن ان کی تہہ میں جبر و زبردستی کے بغیر کچھ نہ ہو۔[۳۴]

اس اصولی گفتگو کے بعد ہم "انفرادی" معیشت کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں کیوں کہ معیشت اور اسبابِ معیشت انسان کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگی سے وابستہ ہیں ـــــ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک فرد کی انفرادی معیشت کا سوال ہے اس میں تین سوال سامنے آتے ہیں۔
وہ کیا کمائے؟
کیا خرچ کرے؟
کس پہ خرچ کرے؟

پہلے سوال کے ضمن میں آیات ربانی اور احادیث نبویہ کو سامنے رکھیں جن کا تعلق کمانے کی ترغیب اور اس راہ کی محنت سے ہے ـــ یہ دنیا دار العمل ہے اس میں محنت وسعی سے ہی کام چلے گا جمود و خمود یہاں بربادی کا سبب بنتے ہیں ـــ راہبانہ زندگی کو قرآن عزیز نے دنیائے عیسائیت کی وہ بدعت قرار دیا جو انھوں نے اپنے طور پہ اپنائی لیکن چونکہ وہ غیر فطری چیز تھی اس لیے وہ اپنی اختیار کردہ چیز کا بھی حق ادا نہ کر سکے[۳۵]

قرآن وسنت کسب وسعی کے لیے بھرپور سعی کی تلقین کرتا اور اس پر ابھارتا ہے ـــ

الف۔ پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کی تلاش کرو[۳۶]

ب۔ جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کرتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے یہاں رزق تلاش کرو[۳۷]

ج۔ حلال معیشت کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے[۳۸]

د۔ جب تم فجر کی نماز ادا کر چکو تو اپنے رزق کی جدوجہد کے بغیر نیند کا نام بھی نہ لو[۳۸]

ھ۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کا کفارہ صرف طلب معیشت کی جدوجہد سے ہی ممکن ہے[۳۹]

و۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنی روزی زمین کے خفیہ خزانوں میں تلاش کرو[۴۰]

ز۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص طلب رزق کی جدوجہد میں ہمت ہار کر نہ بیٹھ جائے[۴۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ احیار کی شرح میں اس قول پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق حاصل کر سکے [۴۳]

کسب معاش کے لیے جدوجہد کی اس ترغیب کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کمائی کی دنیا میں آزاد ہے بلکہ اسے بعض اصولوں کا پابند کیا گیا ہے تاکہ معیشت فساد سے بچ جائے اور اس کا مالک معاشی خوشحالی کے ساتھ ساتھ اخلاقی عظمت کا علمبردار بھی بن سکے۔ قرآن عزیز سے دو اصول بڑے اہم سامنے آتے ہیں ایک یہ کہ جو حاصل کیا جائے وہ "حلال" ہو اور جن طریقوں سے حاصل کیا جائے وہ طیب ہوں۔ علمار نے لکھا ہے کہ ایک مسلمان ہر ایسی چیز سے بچے جس کی ترکیب ان عناصر سے ہو جو جسمانی امراض کا مبدا بننے اور قوائے حیوانی کو برانگیختہ کرنے کا باعث ہو۔ اسی طرح ایسی چیز سے احتراز لازم ہے جو غرور و خود نمائی اور ایسے امراض کا سبب بنے اگر انسانی کسب و اکتساب ایسے اوصاف سے پاک ہو تو وہ حلال ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ جو چیز حاصل کی گئی وہ اپنی ذات میں کمائی کے طریقوں میں نفس کو پاک رکھنے اور خبائث سے بچانے کا ذریعہ بنے اس سے دوسرے کے لیے معاشی ضیق نہ پیدا ہو ایسی چیز کو "طیب" کہا جاتا ہے۔

علامہ سید رشید رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے حلال طیب سے متعلق اسلاف و اخلاف کی روایات کا یہ ملخص پیش کیا ہے۔

طیب سے مراد وہ اشیار ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو اس لیے کہ نص قرآنی نے جن اشیار کو حرام کیا ہے ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور مضطر کے علاوہ کسی کے لیے کسی حال میں ان کا استعمال داشت نہیں، اور باقی اشیار جن کی حرمت ان کی ذات اور حقیقت میں نہیں پائی جاتی بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے ان کی ممانعت طیب کہہ کر دعا کی گئی۔

پس جو شے ناحق لی گئی اور صحیح طریق سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ ربا، رشوت، جوڑ، ظلم، غضب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو، جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو پیدا ہو جانا کہ اس سے جسم میں سمیت پیدا ہو کر جسمانی صحت کے بگاڑ کا خطرہ ہے، ؎

حلال اور طیب کی تفصیل سامنے آنے کے بعد یہ بھی دیکھ لیں کہ آن وحدیث نے اس کی بالمقابل بعض مقامات پر اصولی طور پر اور بعض مقامات پر بعض چیزوں کا نام لے کر ذکر کیا ہے جو حرام ہیں [۴۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسب معاش کے بعد دوسرا مسئلہ صرف وخرچ کا ہے جس میں تین بحثیں ہیں یعنی یہ کیا خرچ کیا جائے ؟ کس قدر خرچ کیا جائے ؟ تیسرا یہ کہ کن پر خرچ کیا جائے ؟ کسب معاش کی بحث میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ ایک شخص نے حلال وطیّب طریقے سے جو کمایا وہی اس کا سرمایہ ہے اور ظاہر ہے وہی خرچ ہوگا دوسرا حصہ کس قدر خرچ کیا جائے اس ضمن میں ایک انفرادی زندگی کی بحث ہے جس کے متعلق قرآن عزیز نے "اسراف اور تبذیر" سے منع کر کے باقی اخراجات کی اجازت دی ہے۔ اسلام خرچ میں میانہ روی کی تلقین کرتا ہے جس کا اصطلاحی نام "اقتصاد" ہے ایک حدیث میں "اقتصاد" کو نصف معیشت فرمایا گیا ہے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو خوب حل کیا

"اللہ تعالیٰ نے جب "انفاق" (خرچ کرنے) کا حکم دیا تو "اسراف" سے منع فرما دیا اور میانہ روی کی تلقین فرمائی جیسا کہ دوسری آیت میں بہت صراحت کے ساتھ اس کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے

والذين اذا انفقوا لم يسرفوا ولم يقتروا

"اور ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل اختیار کرتے ہیں"

پھر تبذیر سے نفرت دلاتے ہوئے مبذّر کو شیطان کا ہمسر بنایا اور اسی قسم کی اور بھی آیات ممانعت تبذیر میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حق کے خلاف ہر قسم کے صَرف وخرچ کا نام "تبذیر" ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے حق کی خاطر سب کچھ خرچ کر ڈالا تو یہ اسراف نہیں ہے اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے اور قتادہ کہتے ہیں تبذیر نام ہے مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ناحق اور فساد کے مواقع میں صرف کرنے کا۔ اور امام احمدؒ بروایت ہاشمؒ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بنی تمیم کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مالدار ہوں اور میرے اہل وعیال بھی ہیں اور مہمانداری بھی خاصی ہوتی رہتی ہے تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ میں کس طرح خرچ کروں ؟ اور اس معاملے میں کیا کروں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال سے پہلے زکوٰۃ نکال اگر وہ زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے اس لیے کہ زکوٰۃ مال کو خباثت سے پاک کر دیتی ہے اور پھر اقرباء کے ساتھ مالی صلہ رحمی کر اور سائل، پردیسی اور مسکین کے حقوق کی نگاہ داشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس تمام تفصیل کو جامع اور مختصر الفاظ میں فرما دیجئے (کہ میں اس کو دستورِ زندگی بنا لوں) تب آپ نے یہ آیت پڑھ کر سُنا دی۔

فآت ذا القربیٰ حقہ والمسکین و ابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔	پس ادا کرو قرابت والوں کو ان کا حق اور مساکین کا اور مسافر کا اور ناحق ہرگز خرچ نہ کرو۔

سائل نے یہ سُن کر عرض کیا کہ بس یہ میرے لیے کافی ہے ۵۲۸

امام رازیؒ آیت والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذٰلک قواما کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

اسراف اور تقتیر کے متعلق مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں ان میں سے قوی تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ معیشت کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں نہ بے جا غلو کرتے ہیں نہ بے محل بخل برتتے ہیں۔ اسی لیے قرآن عزیز میں دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے۔

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط۔ (بنی اسرائیل)	اور اپنے ہاتھ کو نہ اپنی گردن کے ساتھ ہی باندھ لو (یعنی بخل نہ کرو) اور نہ بالکل ہی کھول دو۔ (یعنی اسراف نہ کرو)

اور یہ آیہ کان بین ذٰلک قواما۔ میں قوام سے اعتدال اور درمیانی راہ مراد ہے یعنی میانہ روی ان کا شعار ہے۔

اور سید محمود آلوسیؒ روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

والظاھر ان المراد بالانفاق ما یعم انفاقھم علی انفسھم وانفاقھم علی غیرھا والقوام کان ذٰلک خیرا	اور ظاہر یہ ہے کہ "انفاق" سے اس جگہ عام ہے خواہ وہ ان کی اپنی ذات پر ہو اور خواہ وہ دوسروں پر اور قوام (توسط) ان سب صورتوں میں خیر ہے۔
وقد اخرج احمد والطبرانی عن ابی الدرداء عن النبی	اور امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابو درداءؓ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کی دانائی و فرزانگی میں سے یہ بات بھی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اپنی معیشت میں نرمی (اعتدال) اختیار کرے۔

لگے ہاتھوں امام رازی اور صاحب روح المعانی کو بھی دیکھ لیں ۴۹ھ

ان جملہ حوالہ جات سے بطور خلاصہ کیا ثابت ہوا؟ اس پر نظر فرمالیں۔

الف:۔ صرف مال میں اسراف، تبذیر اور تقتیر ممنوع ہے۔

ب:۔ میانہ روی اعتدال کی راہ ہے اور اجتماعی نظام معیشت کا مؤثر ذریعہ

ج:۔ فرد جماعت کا حصہ ہے اس لیے اس کی انفرادی آمدنی پر اجتماعی حقوق ہیں اور آمدنی جتنی بڑھے گی اتنے ہی حقوق بڑھیں گے۔

د:۔ انفرادی معیشت میں اپنی اور اپنے اہل وعیال کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں

قوت لایموت، ساتر عورت لباس، ضروری رہائش۔

اس کے بعد جو ذمہ داری ہے وہ یہ ہے

الف:۔ صاحب نصاب ہے تو سب سے پہلے صدقات واجبہ ادا کرے۔

ب:۔ صدقات واجبہ کی ادائیگی کے بعد بھی مال پر اجتماعی حقوق ہیں، قرآن عزیز کے ایک مقام سورۂ ذاریات آیت ۱۹) سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "فی المال حق سوی الزکوٰۃ" ارشاد فرماتے ہیں اور اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیت المال ہر شخص کی انفرادی معیشت کے لیے کفایت نہ کر سکے تو خلیفہ وقت بہ جبر اہل دولت سے مال کر کے اس کمی کو پورا کر سکتا ہے ۵۰ھ

ج:۔ عام حالات میں صدقات نافلہ کا اس وقت اہتمام کرے جب کہ بنیادی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائے۔

د:۔ خاص حالات میں ایثار اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس طرف توجہ دلائی ۵۱ھ

اس کا دوسرا حصہ اجتماعی معیشت سے متعلق ہے۔ تفصیل تو آگے آئے گی مختصراً یہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ وراثت وغیرہ جملہ باتوں کے علاوہ انفاق پر بار بار زور دینا اسی کے مختلف پہلو ہیں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۶ ملاحظہ فرمائیں پھر الانعام کی آیت ۱۴۱ کا ٹکڑا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کھیتی کٹنے کے وقت اس کا حق ادا کرو۔

اس کے متعلق امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ حق زکوٰۃ مفروضہ یعنی عشر کے علاوہ ہے۔ اسی طرح البقرۃ کی آیت ۲۱۵ اور ۲۱۹ قابل غور ہیں۔ آیت ۲۱۹ میں لفظ العفو خاص طور پر قابل توجہ ہے، کہ سوال خرچ کی مقدار کا ہے اس کا جواب ہے ضروری حاجات سے زائد خرچ کر ڈالو۔"

ان آیات کے علاوہ وہ آیات بھی قابل غور ہیں جن میں مومنوں کی امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے مثلاً الذاریات کی آیت ۱۹ اور سورہ المعارج کی آیت ۲۴۔ ان دو آیات میں" مال میں جس حق کا عام لوگوں کے لیے ذکر ہے اس سے بالاتفاق زکوٰۃ مفروضہ کے علاوہ مال مراد ہے۔ اس تفصیل کے بعد کس قدر اجتماعی معیشت پر گفتگو ہوئی۔ اسلام نے اجتماعی نظم معیشت کا جو خاکہ پیش کیا اس کا تعلق بہر صورت خلافت حکومت سے ہے لیکن انہی تفصیل کے حوالہ سے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ممکن ہے براہ راست ادارہ خلافت سے متعلق اور دوسرا پبلک کے اعمال کے واسطہ سے خلافت سے متعلق ہے

پہلی شق میں بیت المال کا قیام۔ زمین سے متعلق احکامات اور جملہ شعبہ ہائے مال پر کنٹرول کی ضمنی شقیں شامل ہیں۔ دوسری میں انفاق کا وجوب اکتناز و احتکار کی حرمت اور حلال وطیب کسب معیشت شامل ہیں۔ پہلی شق کے جملہ متعلقات کی نمبروار فہرست اس طرح پیش کی گئی ہے۔

بیت المال کا قیام

اعداد و شمار کا نظم

وظائف کا تقرر

وسائل معیشت کی توسیع

انفرادی ملکیت کی تحدید

سرمایہ و محنت میں توازن کے اصول

زمین سے متعلق خصوصی احکامات

اور دوسرے حصے کی تفصیل اس طرح سامنے آتی ہے۔

صدقات نافلہ

اوقاف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہبہ

وصیت

قرض حسنہ

عاریت

امانت ۵۲؎

تمام معاشی سسٹم کو منظم طور پر کنٹرول کرنے کے لیے حکومت ابتدائی ذمہ داریوں میں بیت المال کا قیام لازم ہے جس کی مدات آمدن و خرچ کا نقشہ اس طرح بنتا ہے۔

آمدن کی مدات

عُشر

خراج

جزیہ

زکوٰۃ ــــ صدقات ــــ فیٔ ــــ خمس ــــ ضرائب ــــ کراء الارض

عشور ــــ وقف ــــ اموال فاضلہ ــــ

خرچ کی مدات

رفاہ عامہ

وظائف ــــ تعلیمی ــــ فوجی ــــ انفرادی ــــ

مصارف ثمانیہ (آٹھ شقیں جو خرچ کے سلسلہ میں قرآن عزیز کی آیت ۶۰ سورہ التوبہ میں مذکور ہیں) اور شعبہ ہائے حکومت کے مصارف ۵۳؎

اس مرحلہ پر اس بات کا سمجھنا ازبس لازم ہے کہ اسلام ایک ایسے اجتماعی نظام کا علمبردار ہے جو دنیا و آخرت کو ساتھ لے کر چلتا اور محض کسی ایک پر اکتفا کا قائل نہیں وہ محض دنیا داری کا نظام ہے۔ نہ محض رہبانیت و مروجہ نام نہاد دینداری کا۔ وہ ایک ایسے انقلاب کا داعی ہے جو مختلف شعبہ ہائے حیات میں بھرپور اصولی راہنمائی کرتا ہے اور معاش و معاشرت اور اقتصاد و حکومت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک جماعت کو وقتی مسائل کے لیے استنباط و اجتہاد کی اجازت دیتا ہے ۵۴؎ ایسی جماعت خلافت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی حامل ہوتی ہے جسے "نیابت الہٰی" کا منصب بلند اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اپنی تمام تر وجاہت و احترام کے باوصف انسانیت کی گردن پر سوار ہونے کا اسے حق حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ادارۂ خلافت ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کو بطور دین ماں کر اس سے وابستہ جماعت مسلم کہلاتی ہے جب کہ ایک جماعت انحراف کا راستہ اختیار کر لیتی ہے انحراف کرنی والی جماعت مقابلہ کا رویہ اختیار کر کے "حربی کافر" کہلاتی ہے تو صلح و صفائی سے رہنے والی "مسالم" اور وقتی طور پر اجازت سے کوئی فائدہ حاصل کرنے والی "مستامن" ان میں ہر طبقہ و جماعت کے لیے مستقلاً قرآن میں احکامات و ہدایات ہیں ۵۵

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں

کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں۔ موالات۔ دوستی۔ مدارت (ظاہری رکھ رکھاؤ) مواسات (احسان و نفع رسانی) ان معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ موالات تو کسی طور جائز نہیں مدارت سب حالت میں درست ہے دفعہ ضرر کے لیے۔ توقع ہدایت کے لیے۔ اکرام ضیف کے لیے، مواسات اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے ۵۶

اسلام کے مرکزی بیت المال کا مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کے ساتھ کسی نہ کسی طرح ضرور تعلق ہے اس لیے یہاں اس طرف اشارہ کیا گیا ان تمام مسائل پر اسلامی علوم کے ایک نہایت مہتم بالشان حصہ "علم الفقہ" (قرآن و حدیث کے بعد سب سے اہم) میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے اور اجتماعیات پر مستقل ابواب فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہیں۔

حکومت دیانت و اخلاص اور پوری احتیاط کے ساتھ اجتماعی معاملات پر فیصلے کرتی ہے جس سے ہر طبقہ برابر مستفید ہوتا اور ایسے عادلانہ نظام سے ایک دنیا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں دو حوالے البتہ ضرور نقل ہیں۔ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں "سوادِ عراق" کی زمینوں کا معاملہ ہماری اجتماعی زندگی کا بڑا اہم معاملہ ہے جس میں مجاہدین اور فوجی حضرات کا مطالبہ تھا کہ یہ ہمارے اندر تقسیم کی ہیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وسیع پیمانے پر مشورت کے بعد اس مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت الامام ابو یوسف حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بہترین فیصلہ ہے کہ اس پر مسلمانوں کی اجتماعی فلاح کا راز تھا زمین کا خراج اکٹھا کر کے اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ مجاہدین میں زمین تقسیم ہو جاتی تو اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت خطرہ میں پڑ جاتی (کہ مجاہدین کھیتی باڑی پر لگ جاتے) اور اجتماعی وظائف وغیرہ کا اہتمام نہ ہوتا تو مسلم دنیا بے چینی کا شکار ہو کر عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی ۵۷ھ

فرائض امیر کی بحث میں سید علی زادہ فرماتے ہیں

امام اپنی مملکت کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے۔ نہ کسی قرض دار کو قرض دار باقی رکھے نہ کسی کمزور کو بے یار و مددگار رہنے دے نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم کرے نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے ۵۸ھ

اس ادارہ خلافت کی ہیئت کذائی اس میں امیر اور شوریٰ اور رعایا کے فرائض و حقوق وغیرہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری مسلم، ترمذی اور مشکوٰۃ کے متعلقہ ابواب (خلافت امارت وغیرہ) کتاب الاموال ابو عبید مجمع الزوائد، جامع ابن عبدالبرؒ السیاسۃ الشرعیہ الابن تیمیہؒ کتاب الخراج ابی یوسفؒ حسن المحاخرہ، الاسلام والحضارۃ العربیہ، اشہر مشاہیر الاسلام،

وقت و فرصت ہوتا تو ہم اس موضوع پر بہت تفصیل سے عرض کرتے۔ بہرحال اس نظام کا جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ برعظیم کے مخلص و نامور مفکر کی زبان سے سُن لیں۔

اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے۔ اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی ۵۹ھ

گذشتہ گفتگو میں جو باتیں سامنے آئیں ان میں اعداد و شمار کا ذکر ہے۔ ایک سطحی قسم کا انسان سوچے گا کہ نظام معیشت میں اس کا کیا تعلق؟ لیکن آج کے دور میں مردم شماری کی جو اہمیت ہو چکی ہے اور کسی سٹیٹ اور آبادی کے ناطہ سے ریکارڈز کی جو مختلف صورتیں سامنے آچکی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تو حالات کے تحت ایسا موقع میسّر نہ آیا لیکن دورِ فاروقی میں اس کا پورا اہتمام ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بڑا چھوٹا کافر یا مسلمان ایسا نہ رہا جو مردم شماری کے کاغذات میں مندرج نہ ہو اور اسی کے نتیجہ میں چاروں طرف نظر ڈالنے سے بھی کوئی محروم نہ تھا۔ اس موضوع پر جو اکابر وائمہ نے اپنی تصنیفات میں تفصیلی گفتگو کی ان میں حضرت الامام ابو یوسف الحنفی امام ابو عبید، امام طبری، علامہ ابن کثیر اور امام مقریزی شامل ہیں اس ذریعہ سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ہو جاتا تھا اس کے ذمہ بیت المال کا کیا ہے۔ اجتماعی حقوق کس قدر ہیں یا وہ کتنا ضرورت مند ہے۔ اس لیے اعداد و شمار کو اس حوالہ سے "مقصد خیر" تک پہنچنے کا مقدمہ کہا گیا ہے۔

وظائف کا ذکر آیا ہے تو ہم مختصراً اس طرف توجہ دلائیں کہ اس کا اہتمام ابتدا ہی سے ہو گیا تھا۔ اور مقصد یہی تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے اور جو لوگ اجتماعی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں وہ سکون سے اپنا کام کر سکیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے ان حضرات کا ذکر آتا ہے جو ملکی سرحدات کے دفاع کے سلسلے میں مشغول رہتے۔ ظاہر ہے کہ ان کے اہل و عیال کے لیے معاش کا نظام سوسائٹی کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ اس کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا اور ان حضرات کے اوقات کے تحت ان کے وظائف کا اہتمام لازمی قرار پایا ن۶۰ امام ابو عبید کے بقول مجاہدین کے ساتھ ساتھ ان کے اہل و عیال کے وظائف کا بھی اہتمام لازم تھا حتی کہ ہر پیدا ہونے والے بچہ کا ابتدا ہی سے وظیفہ مقرر ہو جاتا تا ۶۱ھ

دوسرے درجہ میں جوڈیشنل اور ایگزیکٹو سے متعلق حضرات کے وظائف تھے نظم اجتماعی کو چلانے کی غرض سے ایسے کارکنوں کا اہتمام ضروری ہے اور ان کے معقول وظائف بھی۔ حکیم الامت دہلوی فرماتے ہیں۔

> امام امیر (خلیفہ) کے لیے تنہا ہر معاملہ کی قدرت نہیں تو اسے عدلیہ وانتظامیہ کے افراد کی ضرورت ہوگی اور جو لوگ امت کے مصالح کے لیے کوئی خدمت ادا کریں ان کی معاشی کفالت حکومت کا فرض ہے ۶۲ھ

تیسرے نمبر پر وہ حضرات آتے جو دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تدریس کا کام سرانجام دیتے امام ابن جوزی کے بقول اس میں موذن، امام اور معلّم شامل ہیں ۶۳ھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مزید ہمیں طلبہ کے وظائف کا بھی ثبوت ملتا ہے اور ایسے ہی طبقات کے لیے اہتمام لازم ہے ۵۶۴ ۔ چوتھا شعبہ ان حضرات کا تھا ۔ جو فقرار مساکین اور محروم المعیشت حضرات کا ہے ۔ اس میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں بہت تفصیلات ہیں ۔ معاشرہ کے امرار سے لے کر فقرار کی خدمت تو مشہور بات ہے ۔ مسلم کتاب الزکوٰۃ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

بعض حضرات جو فاقہ زدہ تھے ان کو دیکھ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ سُرخ ہو گیا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انسانوں کے برابر ہونے کا ذکر کر کے فرمایا کہ ضرورت مندوں کی خبر از بس لازم ہے اور قیامت کی مسئولیت سر پر ہے ۔

ایسے محروم المعیشت افراد کے لیے باقاعدہ ماہانہ وظائف (ضرورت کے مطابق نہ کہ ہماری طرح ۲۰/- یا ۴۰/- روپے ماہانہ) مقرر کئے گئے ۵۶۵ جو غیر مسلم مسلم اسٹیٹ میں رہ کر کوئی اہم خدمت از قسم فوجی وغیرہ ادا کرتے انہیں ترجیحی بنیادوں پر وظائف ملتے یا اعانت ہوتی ۵۶۶ اس سلسلے میں ایک حکم ملاحظہ فرمائیں جو اسلام کے سنہری دور کا ہے ۔ یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو خراجی کے نام ہے ۔

اسٹیٹ کے حاجت مندوں کی تفتیش کرو ۔ اللہ کی قسم ہم انصاف پسند نہیں کہلا سکتے کہ ذمیوں کی جوانی میں ان سے جزیہ لیں اور بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بھیک مانگنے پر لگا دیں قرآن کی آیت انما الصدقات للفقراء والمساکین سے مفلس مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب کے غربا مراد ہیں ۔ چنانچہ مفلس اہل کتاب سے جزیہ معاف اور ان کے وظائف کا حکم دے دیا گیا ۵۶۷

حضرت ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا اگر ذمیوں میں سے کوئی بڑھاپے کے سبب کمانے کے قابل نہ رہے یا کسی آفت کے سبب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے یا کوئی مالدار محتاج ہو جائے تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کا اور ان کے اہل وعیال کا کفیل ہے ۵۶۸

ایک اصولی گفتگو وہ ہے جو "مختصر مختار الکونین" میں ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں ۔

انسانی ضروریات میں تین چیزیں لازم ہیں مرد و عورت سبھی اس میں برابر ہیں حکومت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لازم ہے کہ ہر کسی کے لیے اس کی حیثیت سے قطع نظر تین چیزوں کا اہتمام کرے اول کھانے پینے کی سہولت، دوسرے لباس کی سہولت، تیسرے ازدواجی زندگی کی سہولت ۶۹
بدائع صنائع میں ہے
متکفل حکومت یا کوئی اور) پر لازم ہے کہ وہ صاحب حاجت کے کھانے پینے لباس اور مکان کا تکفل کرے۔ شیر خوار بچہ ہو تو اس کے دودھ کا اہتمام کرے۔ صاحب حاجت کسی خادم کا محتاج ہے تو اس کا اہتمام بھی لازم ہے ۷۰
سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بالکل مکمل مساوات کے قائل ہیں اور ان کا یہی عمل تھا۔
بعض حضرات نے کہا کہ اسلام و ہجرت اور جہاد میں متقدم حضرات کو ترجیح دیں تو فرمایا
میں اس فضیلت کو خوب جانتا ہوں۔ مگر اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ معاش کے معاملہ میں مساوات ہی بہتر ہے ۷۱
سیدنا عمر فاروق نے اس پالیسی کو تبدیل تو کیا لیکن آخر میں فرمایا کہ آئندہ سال زندہ رہا تو صدیقی پالیسی رائج کردوں گا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صدیقی پالیسی کے قائل تھے ۷۲ لیکن حضرت فاروق کو مجوسی سازش کا شکار ہونا پڑا جس کے پیچھے اصل سازش اہل سرمایہ و ثروت ہی کی تھی جو فارس وغیرہ کے رہنے والے تھے۔ وظائف کی تقسیم اور اس میں فرق و تفاوت ایک فطری بات ہے اور اس پر حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی نے بہت خوب گفتگو کی جس کی خلاصہ یہ ہے کہ آپ سبھی لوگ ایک ہی کام پر مشغول ہو جائیں مثلاً تجارت میں یا زراعت میں تو فساد پیدا ہو جائے گا اس لیے مجال کار کی تقسیم اور وظائف کی تقسیم اور تفاوت بالکل فطری حقیقت ہے ۷۳
رہ گئے ایسے لوگ جو کام کرنے کی بجائے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں اور بیت المال پر بوجھ بن جائیں ان کے رویہ کو بھی شاہ صاحب معاشرتی فساد کا سبب گردانتے ہیں ۷۴
اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کس طرح معاشی مسئلہ کا حل نکالتا ہے۔ کمانے والے کمائیں اس میں سے خود بھی خرچ کریں سوسائٹی کا حق ادا کریں۔ سوسائٹی کی مصالح میں مشغول لوگوں کی سوسائٹی متکفل ہو اور محروم المعیشت افراد کی بھی کفالت کی جائے یعنی یا تو سرمایہ فراہم کر کے انہیں کام پہ لگایا جائے یا ان کو معقول وظائف دیئے جائیں۔ ہمارے معاشرہ میں زکوٰۃ کے نام پر جو اندھیر گردی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ ایک غریب شخص یا عورت کو ۱۰۰ روپے ماہانہ وظیفہ اتنی بڑی دھاندلی اور بدبختی ہے کہ الاماں۔

ذرا وسائل معیشت کی توسیع پر بھی کلام ہو جائے اس امر کو سمجھ لیں کہ علم المعیشت کی نگاہ میں معاش کے بنیادی وسائل زراعت تجارت اور صنعت ہیں۔ اصل اور دولت حقیقت کے لیے ایک ہی چیز ہے لیکن فرق یہ ہے دولت کو عامل پیدائش بنانا، اس طرح کہ اس سے مزید دولت پیدا ہو تو اسے "اصل" کہتے ہیں اور اگر اس کو ثمرہ پیدائش اور ماحصل سمجھیں اور اس سے مزید دولت پیدا ہونے کی بجائے اس سے انسانی حاجتیں پوری ہوں تو اسے دولت کہتے ہیں۔ مثلاً سکونت کا مکان دولت ہے اس میں کارخانہ چلانا یا کرایہ پر دے دینا اصل کہلاتا ہے گویا کرایہ پر چلنے والی گاڑی اصل ہے تو سیر و تفریح کی گاڑی دولت ہے ؎۷۵

اس سے توجہ دلانا اس طرف مقصود ہے کہ آدمی جو ہے اس پہ ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھ جائے۔ ترقی کے وسائل تلاش کرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

زراعت، جانوروں کی پرورش، معدنیات، نباتات اور حیوانات کا خشکی اور تیزی سے حاصل کیا جانا اور نجاری، لوہاری، پارچہ بافی وغیرہ کی صنعتیں یہ اور اس قسم کی وہ تمام چیزیں کہ جن کے طبعی جوہر سے نفع مطلوب حاصل ہو سکے۔ اصول معاشیات کہلاتی ہے ؎۷۶

اس لیے بدلے ہوئے حالات کے ساتھ آگے بڑھنا اور نئے وسائل اختیار کرنا ازبس لازم ہے "انتم اعلم باامور دنیاکم" جناب خاتم النبیین والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی ضمن میں ارشاد ہے کہ اس میں تجربات وغیرہ کا لحاظ کر کے مزید وسائل حاصل کرنا اور اضافہ کی تدابیر کرنا اپنی جگہ بالکل درست بلکہ ضروری ہے۔

انسان مدنی الطبع ہے اس کی زندگی باہمی تعاون کے بغیر درست نہیں رہتی۔ اس لیے اللہ تعالےٰ نے امداد باہمی کو لازم قرار دیا۔ نیز ضروری ہے کہ معاشی وسائل کو وسیلہ بنانے کیلئے اموال مباح کو قبضہ میں لیا جائے مثلاً مویشیوں کی افزائش نسل آب پاشی اور اصلاح زمین کے ذریعہ زراعت وغیرہ کو ترقی دی جائے۔ اور سارا نظام اس طرح کیا جائے کہ دوسروں کے لیے معاشی تنگی نہ پیدا ہو۔ ورنہ نظام تمدن فاسد ہو کر رہ جائے گا ؎۷۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ضمن میں تفصیلات بہت زیادہ ہیں۔ زراعت ہی کے حوالہ سے طویل ابحاث ہیں۔ سب سے اہم بحث یہ ہے کہ آیا یہ زمینیں بٹائی پر دی جا سکتی ہیں؟ اہل نظر کی رائے ہے کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد طاسین کا مقالہ قابل لحاظ ہے۔ مسلم دنیا میں گنے چنے جاگیرداروں سے زرعی زمینیں واپس لے کر عاملین میں تقسیم کر دی جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ کتنا بڑا انقلاب آتا ہے۔ زمین ایسی چیز ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔ ۵۷۸

حضرت الامام سرخسی اس ضمن میں فرماتے ہیں

کہ حضور اقدس کے ارشاد سے زراعت و کاشتکاری مراد ہے۔

زراعت میں مال گزاری اور لگان اس طرح ہو کہ کاشتکاروں کو زحمت نہ ہو۔ بقول سیدنا عمرؓ

تم نے زمین پر خراج کس مقدار سے مقرر کیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے تم نے کاشتکاروں پر ان کو طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے ۵۷۹

مزید ارشاد ہے

خراج مقرر کرتے وقت اچھی طرح دیکھ لو کہ لگان زمین کی نوعیت سے زیادہ نہ ہو۔ ۵۸۰

خراج زیادہ سے زیادہ جس مقدار میں درست قرار پاتا ہے وہ یہ ہے کہ لگان پیداوار سے نصف ہو ۵۸۱

خراج اور عشر دو الگ مدات ہیں جن میں سے ایک کی مقدار مقرر ہے یعنی عشر کی) دوسرے کی نہیں پھر عشر سال میں ہر فصل پر ہے۔ لگان سال میں ایک مرتبہ ہے عشر پیداوار پر کسی شکل میں معاف نہیں۔ لگان کے لیے خلیفہ معاف کر سکتا ہے ۵۸۲۔ مخصوص افراد اور طبقات کو یا حکومت خود ضرورت سے زائد چراگاہوں کے لیے زمین سنبھال کر رکھ لے۔ درست نہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں

چراگاہوں کا دستور لوگوں کی ضروریات میں دشواری کا باعث تھا اور مفاد عامہ کے لیے ظلم۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناجائز قرار دیا ۵۸۳

ملک میں بنجر زمین نری بے برکتی ہے اس لیے مسئلہ یہ ہے

کہ خلیفہ ایسی اور لاوارث زمین بانٹ دے اور اس طرح کہ سب مسلمانوں کے لیے بھلائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور فائدہ ہو[۵۸۴]

اور ایسی زمین جو آباد کرے گا اس کی ملکیت ہوگی[۵۸۵]

اور جو شخص ایسی زمین لے کر آباد نہ کرے اس سے حکومت فوری طور پر واپس لے لے[۵۸۶]

حکومت پر لازم ہے کہ وہ آب پاشی کے لیے نہریں اور دوسرے ذرائع استعمال میں لائے اور ان کا انتظام کرے۔ قدرتی پانی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا البتہ جہاں خرچ ہوگا وہ حکومت برداشت کرے اور حکومت کے خزانہ میں گنجائش نہیں تو حکومت اہل دول پر جبر کر کے ان سے مدد لے[۵۸۷]

زمین کی ملکیت انفرادی بیشک جائز ہے لیکن طرح نہیں کہ ایک شخص لاکھوں، ہزاروں ایکڑ کا مالک ہو اور دوسرا ایک ایکڑ کا بھی مالک نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ایک الگ بحث کی ضرورت ہے۔

وسائل معیشت میں زراعت کے بعد تجارت دوسرا وسیلہ ہے اور بہت اہم جیسے "اکبر الوسائل" کہا گیا ہے[۵۸۸]

تجارت کی ترغیب سے متعلق قرآن و سنت میں بہت کچھ موجود ہے اسے رفاہیت کا سبب بتلایا گیا ہے[۵۸۹]

تجارت میں ایک اصول یہ ہے کہ دوسروں کے لیے زیادہ سے نفع رسانی کا اہتمام ہو[۵۹۰]

جانبین کی حقیقی رضا اس میں موجود ہو[۵۹۱]

معاملہ کرنے والے حالات سے باخبر اور باشعور ہوں[۵۹۲]

معاملات میں کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو اور معصیت کی کوئی شکل نہ ہو[۵۹۳]

تیسرا اہم شعبہ صنعت و حرفت کا ہے۔ گو اسلام کا ابتدائی دور مشینوں اور ملوں کا نہ تھا لیکن دستی صنعتیں بہر حال تھیں۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کی زرہ سازی اس سلسلہ میں سب سے اہم ہے۔

حضور اقدس کے بقول اچھی کمائی ہاتھ کی کمائی ہے[۵۹۴]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسب معاش کے لیے بہترین ذریعہ دستکاری کو بتلایا[۵۹۵]

بہر طور دستکاری و صنعت وسائل معیشت کا اہم شعبہ ہے جس کی ابتدا گھریلو اور دستی صنعت سے ہوئی اور اب مشینوں اور ملوں دور آگیا جس سے چہل پہل تو بہت ہوگئی مگر بقول کسے "احساس مروت" بھی کچلا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک بات اور نوٹ فرمالیں کہ تجارت وصنعت کی دنیا میں شرح تبادلہ اور محصولات درآمد و برآمد کا بڑا دخل ہے۔

اسلام کے دور اولین میں یہلی بات نہ تھی کیوں کہ مال کا تبادلہ مال سے ہوتا کہیں کہیں ٹکسال اور سکوں کا اہتمام تھا۔ البتہ دوسری چیز اس زمانے میں بھی رائج تھی۔

آج کی مہذب حکومتیں قومی نفع کا سوچتی ہیں انسانیت کو کتنا ہی نقصان پہنچے۔ اسلام کا یہ مزاج نہیں کہ وہ عالمگیر انسانیت کا علمبردار ہے۔

وہ کسی ترجیحی سلوک کا قائل نہیں وہ اشیائے صرف وضرورت کے لیے کہتا ہے کہ انہیں بلا روک ٹوک اِدھر اُدھر آنے دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق فائدہ اٹھا سکے۔ ہاں اگر انسانی برادری کا کوئی حصہ کسی وجہ سے رکاوٹ پیدا کرے تو پھر دفع مضرت کے لیے ایسا ممکن ہے جیسا کہ دور فاروقی میں اطلاع آئی کہ یہودی اور عیسائی ممالک میں مسلمان تاجروں سے محصول لیا جاتا ہے تو آپ نے بھی عدل کے دائرہ میں اس کی اجازت دے دی اس کا نام "عشور" ہے۔ تاہم حضرت عمر نے حکم دیا کہ تاجر سے سال میں ایک ہی بار محصول لیا جائے چاہے وہ کتنی بار مال لائے اور لے جائے۔ اور پھلوں وغیرہ جیسی اشیاء پر مطلق محصول نہ تھا ۹۳ مسلمانوں نے اس لائن میں تجارت کو جس طرح وسعت دی اور عام دائروں میں اس سے جو منافع ہوا ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں ۹۴

ضرورت کے تحت خلافت راشدہ میں ٹکسال بھی قائم کی گئی۔ علامہ تبریزی نے کتاب "النقود الاسلامیہ" میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور ماوردی نے احکام السلطانیہ میں مزید تفصیلات فراہم کی ہیں۔ گویا اسلام شرح مبادلہ میں امام اور اس کی شوریٰ کی رائے پر چھوڑتا ہے تو کسٹم ڈیوٹی میں اپنی طرف سے سختی کا قائل نہیں۔

علی پاشا مصری کہتے ہیں

اقتصادی مسائل میں دو مذہب ہیں "آزاد تجارت" جس کا مفہوم یہ ہے کہ برآمد ٹیکس نہ ہو۔ دوسرا مذہب ترجیحی تجارت کا ہے جس میں بوقت ضرورت ایسا ممکن ہے۔

اس میں دوسرے مذہب میں بغض وعناد کی بو آتی ہے جس کا اسلام قائل نہیں اسلام کا نقطہ نظر ہے: الناس کلھم سواسیۃ (ارشاد رسول)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمام انسان انسانیت کے حقوق میں برابر ہیں ۔
اگر اخوت و مساوات اور اخلاق و فاضلہ کی دنیا میں ہوا چل پڑے اور لوگ ملکوں اور قوموں سے بالاتر ہو کر اسلام کے اصول انسانیت کے نقطہ نظر سے سوچنا شروع کر دیں تو دنیا میں بھوک، افلاس، قحط یہ سب ختم ہو کر رہ جائیں لیکن افسوس یہ ہے کہ غیر مسلم تو ہے اپنی جگہ مسلم دنیا بھی حقیقی مساوات اور ہمدردی سے محروم ہے۔ حتیٰ کہ ہر ملک اپنے دائرہ کے اندر بھی شرافت و مروت کا رویہ نہیں اپنا سکتا۔ فیا حسرتا

تجارت ہی کے ضمن میں اسلام بدعنوانیوں کا سدباب کرتا ہے مثلاً احتکار (دولت کا سمٹ کر کسی طبقہ میں محدود ہو جانا) اکتناز (دولت کے خزانے افراد کے ہاں جمع ہو جائیں) اسی طرح قمار اور سٹہ کا حال ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا زمین پر ان کے معاش کا نظم فرمایا اور اس سے نفع حاصل کرنے کا موقعہ انہیں بخشا تو انسانی برادری جنگ و جدل کا شکار ہو گئی۔ تب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا کہ ذاتی محنت، وراثت یا کسی دوسرے جائز طریق سے کسی چیز کا مالک ہے اس کی چیز میں کوئی دوسرا شخص مزاحمت نہیں کر سکتا البتہ بدل کے مختلف صحیح طریقوں سے اسے حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ معاملہ صحیح اصولوں پر ہو اور ایسا معاملہ جس میں دوسرے کو نقصان پہنچا کر خود نفع حاصل کرنا مقصود ہو جیسے "قمار" تو ایسی جملہ چیزیں حرام محض ہیں [۹۶]

اسی مد میں سود آتا ہے جس کی برائی اور شناعت پر قرآن و سنت کی دسیوں آیات اور احادیث موجود ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس نام و نہاد علمی دور میں جواز سود کے لیے علمی بنیادیں فراہم کرنے کی جسارت کر کے چالاک یہود کی فکر سے بینکاری سسٹم بنا لیا گیا اور ایسی ہیں اور تدبیریں اختیار کر لی گئیں۔ جب کہ سود خور کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا چیلنج ہے [۹۷] اور سود لینے دینے والا سبھی لعنتی ہیں اور اس کی ہر شکل حرام محض نجس اور بدترین ظلم ہے۔

واضح رہے کہ جوا حرام اور باطل چیز ہے اس لیے کہ دراصل وہ لوگوں کے مال کو زبردستی اچک لینا ہے اور اس کی تہہ میں جہل، حرص، امید باطل اور فریب و دھوکا کارفرما ہوتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں اور اس میں امداد باہمی اور تمدّن کا ادنیٰ سا بھی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھئے جوئے میں اگر شکست خوردہ اپنے حریف کے مقابلے میں خاموش رہتا ہے تو غیظ و غضب اور حسرت و ندامت کے ساتھ خاموش رہتا اور اگر ضبط نہیں کر سکتا تو جنگ و پیکار اور قتل و خونریزی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور کامیاب حریف اس کی حرماں نصیبی سے لذت محسوس کرتا اور اس کی تباہی بربادی اور ہلاکت پر مسرت و خوشی کا اظہار کرتا ہے اُس کی حرص و آواز بڑھ جاتی ہے اور ہر وقت اسی جنون میں سرگرداں رہتا ہے۔ جوئے کی عادت، مال کی تباہی اور فسادات کی ترقی کا باعث ہوتی ہے اور سب سے زیادہ مضرت یہ ہے کہ اس کی بدولت جو صحیح اقتصادی سہارے ہیں وہ بیکار ہو جاتے ہیں اور جس امداد و تعاون پر تمدّن کی بنیاد قائم ہے وہ معطل ہو جاتے ہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ اس کا خود شاہدِ عدل ہے اسی طرح سود (جو ایسے قرض پر روپیہ دینے کا نام ہے جس پر نفع کے نام سے زیادتی وصول کی جاتی ہے) باطل اور حرام ہے اور سرتاسر ظلم ہے اس لیے کہ اس قسم کے قرض لینے والے عام طریقہ سے مفلس اور مضطر ہوتے ہیں وہ بیشتر مدت معین پر رقم ادا کرنے سے کوتاہ رہتے ہیں اور یہ سود "سود در سود" کے نام سے بڑھتا رہتا ہے یہ "لین دین" سخت جھگڑوں کا باعث اور عظیم الشان مناقشوں کا سبب بنتا ہے اور جس قوم یا ملک میں یہ بے محنت روپیہ حاصل کرنے کا رسم و رواج جڑ پکڑ جاتا ہے وہاں عوام کے لیے صنعت و حرفت زراعت اور تجارت کی صحیح راہیں بند ہو جاتی ہیں جو ذرائع آمدنی کے لیے فطری اصول ہیں۔

معاملات میں اس سے زیادہ "باریک اور پیچیدہ" دوسرا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں ظاہری نفع کی صورت میں حقیقی تباہی و بربادی مضمر ہو۔ دراصل یہ دونوں معاملات خاص قسم کے نشے ہیں جو خدا کے بتائے ہوئے قانون اور ذرائع آمدنی کے صحیح طریقوں کے استعمال کے خلاف ہر انسان کو آمادہ کرتے ہیں اور تمام نشوں سے زیادہ فسادات عداوت باہمی، انسان کشی کے باعث بنتے ہیں اس لیے اسلام نے ان دونوں کو ظلم اور باطل قرار دیا اور چوں کہ سُود کی دو قسمیں ہیں ایک بیان کردہ صورت جو حقیقی ربا کہلاتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اس لیے اس کو بغیر کسی قید و بند کے حرام کر دیا اور دوسری "ربا بِفضل" کہلاتی ہے۔
جیسا کہ سونے اور چاندی کا کمی بیشی سے لین دین کرنا وغیرہ اس لیے ان اشیاء کے خرید
فروخت کے جواز کو تسلیم کرتے ہوئے ان تمام صورتوں کو حرام بتایا جن کا نتیجہ سودی
لین دین کے موافق نکلتا تھا تا کہ اس غیر فطری کاروبار کا پوری طرح انسداد ہو جائے"۹۸

اسلام نے امداد باہمی کے جو صاف ستھرے اصول تبلائے تھے ان کے بالمقابل کوآپریٹیو سوسائٹیاں دورحاضر کی یہودی ذہنیت کی کارفرمائی ہے جس میں غریب کاشتکاروں، مزدوروں اور متوسط طبقات کے لیے بظاہر بھلائی کا تصور ہے لیکن سود کی آمیزش نے ان کا انجام بھی مصیبت کا باعث بنا دیا ہے۔

امداد باہمی کے لیے تجارت کی ایک شکل مضاربت بہترین اصول ہے جس سے بہت سے ستم رسیدہ لوگ سنبھل جاتے ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

باہمی معاونت کی چند اقسام ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو تو
دوسرے کی محنت اور فریقین کی باہمی رضامندی سے نفع کا فیصلہ ہو ۹۹

اسی طرح کی اور بھی شکلیں ہیں جو فقہ کے متعلقہ ابواب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ سود وغیرہ کی طرح منکرات کی تجارت بھی حرام محض ہے کہ اس میں تمدن کا فساد لازم آتا ہے کتب فقہ میں ہے۔

مردار، خون، شراب، سود، مدبر، مکاتب، ام ولد کی تجارت حرام ہے
کہ تجارت کے ایک رکن یعنی مال کے ساتھ مال کا تبادلہ یہاں معدوم ہے ۱۰۰

بطور تتمہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ذاتی ملکیت سے تو نہیں روکتا یعنی اس اصول کو تسلیم کرنے کے باوصف تحدید ضرور لگاتا ہے اور اس نے بعض اشیاء کو عام فائدہ کے لیے مباح قرار دیا ہے۔ ایسی اشیاء کسی کا حق نہیں، ہر فرد ان سے یکساں فائدہ اٹھاتا ہے اور ذاتی ضرورت کے لیے اس نے جو حاصل کیا اسی کا وہ مالک ہے اور بس سٹیٹ کا فرض ہے کہ ایسی چیزوں کا نظام مفاد عامہ میں اپنے ہاتھ میں لے لے اور جمہور کی ملکیت کے نام پر ان کی بہتری کے لیے مناسب تصرف کرے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے کانوں کا نمبر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ترمذی کتاب الیسوع کے حوالہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے علمائے کہا کہ

کانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا میٹریل ظاہر ہو اس کے برآمد کرنے کے لیے زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ دوسری وہ جن میں سرمایہ محنت کی ضرورت ہو[۱۰۱]

پہلی قسم کی کانوں کو کسی کی ملکیت میں دے دینا جائز نہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

سطح زمین سے وابستہ ایسی کانیں جن میں زیادہ محنت و منفعت کی ضرورت پائیں۔ ان کا کسی ایک شخص کو بخش دینا عام لوگوں کے لیے نفرت کا باعث ہے۔ اس لیے درست نہیں[۱۰۲]

دوسری قسم کی کانوں میں اجازت کی گنجائش کے باوجود پوری طرح چھان پھٹک کر لینا ضروری ہے تاکہ مذموم سرمایہ داری کی اس سے بنیاد نہ پڑ سکے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس سونا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا اس نے کہا کہ میں نے کان سے حاصل کیا آپ نے فرمایا: "لیس فیہ خیر"[۱۰۳]

معالم السنن میں خطابی اس کی شرح میں فرماتے ہیں

کہ چونکہ سرمایہ دار حریص اور طامع ہو جاتے ہیں زکوٰۃ یا تو نکالتے نہیں یا حیلے کر کے گڑبڑ کرتے ہیں اس لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا نیز کان کنی بڑی مصیبت کا کام ہے جو مزدور برداشت کرتے ہیں اور سرمایہ دار ان کا صحیح حق ادا نہیں کرتا اس لیے بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا[۱۰۴]

ان مبارک کلمات کو دیکھیں اور اپنے دور کی مردود سرمایہ داری کو دیکھیں جس کے تحفظ کے لیے آج کا پیر اور مولوی بھی سرگرم عمل ہے کہ بدبخت سرمایہ دار اسے حج اور عمرہ کے چکر میں رکھتا ہے مسجد و مدرسہ کے نام پر چندہ دیتا ہے اور اسی قسم کی "شرعی رشوت" سے اپنے ہر غلط اور باطل دھندے کو جائز قرار دیتا ہے۔

اس قسم کی سرمایہ داری کے نتیجہ میں ملوں اور کارخانوں کا جال بنا جاتا ہے لیکن تحقیق کریں تو چند خاندان ہی ان کے مالک ہوتے ہیں —— یہ لوگ اندھی دولت (بلیک منی) کے چکر کا شکار ہو کر انسانیت کے لیے بالعموم اور مزدور پیشہ طبقہ کے لیے بالخصوص قہر بن جاتے ہیں جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے تمدن فساد ہوکر رہ جاتا ہے ۔ یہ طبقہ پھر عیش و تنعم کی وادی میں کھو کر رہ جاتا ہے اور اس کی حرکات کے سبب معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے ۔ اسی صورت حال پر شاہ صاحب نے شدید تنقید کی اور فرمایا

یہ طبقہ خود اور ان کی خواتین نت نئے تنعم کے اسباب فراہم کرتا ہے اور یہ کہ عام لوگوں پر اس سے سخت مصیبت آجاتی ہے ۔ ایسی ہی صورت حال میں انقلاب کی لہریں اٹھ کر سب کچھ بہا لے جاتی ہیں ۔[۱۰۵]

تحدید سے آزاد سرمایہ داری پر بند باندھنے کی غرض سے زکوٰۃ کا نظام ازبس لازم ہے جو گو عام طور پر ۲/۱/۲ فیصدی ہے ۔ لیکن بہرحال اس سے سرمایہ دار کی اصلاح ضرور ہوتی ہے اور وہ بداخلاقی کی بہت سی امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے ۔ شاہ صاحب کا اقتباس ہے

"واضح رہے کہ "زکوٰۃ" میں دو مصلحتوں کی رعایت پیش نظر رکھی گئی ہے (۱) تہذیب نفس (۲) مدنی و اجتماعی حاجات کا انسداد ۔ تہذیب نفس مراد یہ ہے کہ "مال"، بخل، خود غرضی جنسی عداوت جنسی بداخلاقیاں پیدا کرتا ہے اور ان بداخلاقیوں کے انسداد کا بہترین علاج "انفاق" یعنی صرف مال اور سخاوت ہے ۔ اس سے بُخل کا خاتمہ ہو جاتا ہے ۔ خود غرضی مٹ جاتی ہے اور عداوت جنسی کی بجائے جنسی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی جنسی محبت ان تمام اخلاقِ کریمانہ کی اساس و بنیاد جو انسان کو حسن معاملت کا خوگر بناتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "انسان" اخلاقِ حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے جو انسان کا نام تہذیب نفس ہے اور زکوٰۃ مدنی و اجتماعی حاجات کے انسداد کا بہترین علاج ہے اس لیے کہ نظام مدنی اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نظام میں مضبوط "مالی نظام" موجود نہ ہو تا کہ اس کے ذریعہ سے مدنی نظام کے اعلیٰ و ادنیٰ اعمال اور رعایا "پبلک" کے مناسب حال حاجات و ضروریات کو پورا کیا جا سکے ۔ نیز فقراء، مساکین، ضعفاء، یتامیٰ، بیوگان اور اسی قسم کے دیگر حاجتمندوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ رہیں اور حکومت اُن کی پوری کفالت کر سکے اور یہ تمام مشترک ذمہ داریاں اسی طرح پوری ہو سکتی ہیں کہ منجملہ دیگر ذرائع آمدنی کے حکومت کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ اہل سرمایہ سے وصول کی زکوٰۃ کی شکل میں حاصل ہو ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی وجہ ہے کہ فطرت و عقلِ سلیم کے تقاضا کے مطابق اسلام نے اس ٹیکس کو چار اصناف میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ اس مال سے "زکوٰۃ" لی جائے جس میں نمو اور ترقی کی استعداد ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ وہ جانور جو چراگاہوں میں اضافہ نسل کے لیے پالے جا رہے ہوں۔ ب) زراعت۔ ج) تجارت

۲۔ ان اشخاص سے لی جائے جو شریعت کی نگاہ میں اہل سرمایہ شمار ہوتے ہیں، جن کو قرآنِ عزیز میں اَلَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ کہہ کر پکارا گیا (یعنی نقد چاندی یا سونا رکھنے والے)

۳۔ ان اموال میں لی جائے جو لوگوں کو بغیر محنت و تعب کے آسانی سے حاصل ہو گئے ہوں، جیسے خزانے کی دریافت یا جواہرات کی دریافت میں بھی اپنا مقررہ حصہ پائیں۔

۴۔ اہل صنعت و حرفت پر مقرر کی جائے۔

پھر اسلام نے موسمی حالات، اتفاقی حادثات، عام معاشی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے لیے ایک مدت معین کی۔ مقدار معین کی۔ نیز ضروریات و حاجاتِ عامہ کو اس ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا۔

اس تفصیل سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے اپنے اس فریضہ میں مدنی و اجتماعی اور اقتصادی حالات کی بہتری کا کس قدر خیال رکھا ہے بلکہ اس کی بنیاد ہی صرف دو امور پر قائم کی۔ انفرادی تہذیب نفس اور اجتماعی اقتصادی فلاح و بہبود۔ [۱۰۶]

زکوٰۃ کے علاوہ بھی صدقاتِ واجبہ کی بہت سی شکلیں ہیں وہ نیز وراثت بھی ایسی ہی بے قید سرمایہ داری کے لیے ایک علاج کی حیثیت رکھتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

"غور کرو! بلاشبہ عقل و حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان یہ طریقہ لازمی اور ضروری ہونا چاہیئے کہ اہل قبیلہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور دردمندی و بہی خواہی کا ثبوت دیں اور ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا ذاتی نفع و نقصان سمجھیں اور یہ بات ایسی خلقت اور جبلّت کے بغیر ناممکن ہے جس کی پُشت پر اس کو مضبوط بنانے کے لیے خارجی اسباب اور اس کو محفوظ رکھنے کے لیے سنت متوارثہ موجود ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہاں جبلّت تو اس علاقہ کا نام ہے۔ جو باپ اور بیٹے یا مثلاً بھائی بھائی کے درمیان موجود ہے اور اسی طرح دو یا چند عزیزوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔

اور اسباب خارجی، باہمی الُفت و مودت، رہنمائی، غمگساری و ہمدردی وغیرہ کا نام ہے کیوں کہ یہ امور آپس میں محبّت پیدا کرتے ہیں مصائب و آلام میں ایک دوسرے کی اعانت و نصرت کے لیے ہمادر بناتے ہیں۔

اور سُنّت، ان امور کو کہتے ہیں جن کو شریعت کی زبان لوگوں میں رشتۂ اخوت پیدا کرنے کے لیے ضروری قرار دیتی اور اس کے نہ کرنے پر قابل ملامت ٹھہراتی ہے۔ مثلاً وہ حکم دیتی ہے کہ صلہ رحمی ضروری اور فرض ہے اور ایسا نہ کرنے والا آثم اور گنہگار ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض انسانی طبائع بُرے خیالات اور بیہودہ افکار کے پیچھے لگی رہتی اور صلہ رحمی جیسے عمدہ اوصاف کے خلاف بغاوت کرتی ہیں اور بہت سے غیر ضروری کام کرنے پر آمادہ رہتی ہیں۔

تو ایسی حالت میں اس بات کی ضرورت ہوئی کہ اس قسم کے (اخلاقی) امور کو ضروری قرار دیا جائے اور لوگوں کے قبول و انکار سے بالاتر ہو کر اُن پر لازم کر دیا جائے۔ مثلاً عیادتِ مریض، مصیبت زدہ (مقروض اسیر وغیرہ) کی گلو خاصی، دیت اقربا پر پڑے ہوئے تاوان کی ادائیگی) اپنے ذی رحم محرم کو غلامی سے نجات دلانا وغیرہ اس قسم کی معاونت و نصرت کا سب سے زیادہ استحقاق اس وقت ہو جاتا ہے جب انسان موت کے کنارے کھڑا ہو اور مال سے بے پرواہ ہو جائے اس لیے کہ ایسے وقت میں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کو اپنی ذاتی معاشرتی اور منزلی مفید کاموں پر زیادہ سے زیادہ صرف کرے اور یا پھر اپنی موت کے بعد اپنے اقربا کے لیے چھوڑ جائے اور اس طرح کی کی اعانت و مدد کرے بہرحال تقسیمِ دولت کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔[۱۰۷]

ان لازمی ذمہ داریوں کے بعد صدقات نافلہ، اوقاف۔ ہبہ، وصیت، قرض حسنہ، عاریت امانت وغیرہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو کچھ فرمایا اس کی روح یہی ہے کہ ایک طبقہ دنیا بھر کی دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے اور دولت و سرمایہ معاشرہ میں خوب پھیل جائے تاکہ عام انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برادری اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

ان میں سے ہر پہلو پر تفصیلی گفتگو ممکن ہے لیکن وقت و حالات اس بات کی اجازت نہیں دیتے اس لیے ہم نے محض اشارات کے حوالہ سے گفتگو کی ہے۔ اصل ضرورت ایک ایسے عازم اور صاحب امر کی ہے جس کی نگاہ اللہ تعالیٰ پر ہو دنیا پرستی اس میں نام کو نہ ہو اگر بخت سے ایسا کوئی شخص سامنے آگیا تو اسلام کی برکات سے ہم فائدہ اٹھا سکیں گے ورنہ ایک ہنگامہ رہا ہے اور رہے گا۔ جسے کھلے لفظوں میں منافقت کا نام دیا جاتا ہے اور منافقت کا انجام "درک اسفل" ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا رحم فرمائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

۱؎ اختصار از حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۴ ، ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰٦

۲؎ معاشیات ۔ مقاصد اور منہاج از ڈاکٹر ذاکر حسین ص ۱۰/۱۱

۳؎ ایضاً ص ۵۷

۴؎ البدایہ والنہایہ : ج ۵ ص ۴٦ مطبوعہ لاہور۔

۵؎ القرآن ـــ سورۃ ۵۰ آیت ۳۰

٦؎ ترجمان القرآن ـــ مولانا ابوالکلام آزاد ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ لاہور۔

۷؎ البقرہ آیت ۱۲٦ ـــ ترجمہ مولانا احمد سعید دہلوی موسوم بہ کشف الرحمٰن ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ کراچی

۸؎ ہود : آیت ٦

۹؎ الذاریات : ۳۲

۱۰؎ الانعام : ۱۵۱

۱۱؎ النمل : ٦۴

۱۲؎ الذاریات : ۵۸۔

۱۳؎ الحجر : ۲۰

۱۴؎ البقرہ : ۲۹

۱۵؎ حم السجدۃ : ۱۰ ـــ بعض حضرات نے آخری ٹکڑے کا اس طرح ترجمہ کیا "جو برابر ہیں حاجتمندوں کے لیے" (اس سلسلہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں روح المعانی ۔ ابن جریر اور ابن کثیر کے متعلقہ مقامات)

۱٦؎ النحل : ۷۱

۱۷؎ گلستان (دیباچہ) مطبوعہ ملتان ۔

۱۸؎ ایضاح الادلہ للشیخ محمود دیوبندی ص ۲٦۸ مطبوعہ دیوبند (انڈیا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹ؔ محلی ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۲۰ؔ البلد: ۱۰

۲۱ؔ الزخرف: ۳۲

۲۲ؔ الرعد: ۲۶

۲۳ؔ الانعام: ۱۶۵

۲۴ؔ التوبہ: ۳۵

۲۵ؔ الحشر: ۷

۲۶ؔ البقرہ: ۱۹۰

۲۷ؔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۳-۵۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ـــــ اس موقعہ پر امام ابن کثیر کی تفسیر کے حوالہ سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک معلوم کرلیں۔

حضرت ابوذر کا مسلک یہ تھا کہ اہل وعیال کے نفقہ سے زیادہ روپیہ جمع رکھنا حرام ہے وہ اس کا فتویٰ دیتے اس کی تبلیغ کرتے اور اسی کا سب کو حکم دیتے (سورہ توبہ)

۲۸ؔ البقرہ: ۲۷۵

۲۹ؔ البقرہ: ۲۷۶

۳۰ؔ المائدہ: ۹۰

۳۱ؔ المطففین: ۱ تا ۳

۳۲ؔ النساء: ۲۹

۳۳ؔ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۰۲

۳۴ؔ شق ب کی مثال قمار سٹہ لاٹری ہے تو شق ج کی بدترین مثال سود و ربوٰ ہے۔

۳۵ؔ الحدید: ۲۷

۳۶ؔ الجمعۃ: ۱۰

۳۷ؔ العنکبوت: ۱۷

۳۸ؔ ج - د ہر دو ـــ از کنز العمال ج ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۹ طبرانی فی الاوسط و نعیم فی الحلیہ۔

۴۰ کنز العمال جلد ۲ ؛

۴۱ احیا علوم الدین للغزالیؒ ج ۲ ص ۵۷

۴۲ اتحاف السادہ ج ۵ ص ۲۱۷

۴۳ ان آیات قرآنی کو مدنظر رکھیں۔

البقرہ : ۱۶۸ ، المائدہ : ۸۸ ، المومنون : ۵۱ اور الاعراف : ۱۵۷

۴۴ المنار : ج ۱ : ۸۷ (ابن کثیر ج ا ص ۲۰۳ بھی قابل غور ہے)

۴۵ مثلاً سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ اور نمبر ۹۰ وغیرہ۔ جب کہ امام بخاری ، امام ابوداؤد وغیرہ نے مختلف مواقع پر بعض اشیاء کا ذکر کیا جیسے ریشمی لباس (مردوں کے لیے) دیبا ، قز ، ریشمی گدے سب کے لیے سونے چاندی کے برتن۔

۴۶ الاعراف : ۳۱ اور بنی اسرائیل : ۲۶ ، ۲۷ اسراف و تبذیر کے فرق پر علامہ ماوردی نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کمیت یعنی مقدار پر خرچ میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور کیفیت یعنی مواقع صرف خرچ میں حد سے تجاوز کا نام تبذیر ہے بحوالہ روح المعانی ج ۱۵ ص ۵۹ مطبوعہ لاہور جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچ سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر عائد شدہ حقوق کے فوت ہونے اور ارتکاب حرام کا سبب بنے حواشی مولانا عثمانی ص ۳۶۸۔

اور صاحب روح المعانی سورۂ طہٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سرکشی نہ کرو۔ مال کو اسراف ، غرور اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور حقوق واجبہ کے تلف کا ذریعہ نہ بناؤ روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۱۶

۴۷ کنز العمال

۴۸ ابن کثیر ج ۶ ص ۶۳

۴۹ تفسیر کبیر ج ۱۹ ص ۲۰۴ مطبوعہ ایران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نٓہ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۷۴
اہٓ مندرجہ ذیل آیات قابل توجہ ہیں۔
سورۂ الحشر: آیت ۹، سورۂ البقرہ آیت ۲۱۹
آل عمران: ۹۲
نیز فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۹، ص ۲۳۰ قابل مراجعت ہے۔
۵۲ہ مولانا حفظ الرحمٰن۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص $\frac{۱۰۶}{۱۰۷}$
۵۳ہ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۰۸ - ۱۰۹

ان مدات کی تفصیل کا یہ وقت اور موقعہ نہیں، امام ابوعبید کی "کتاب الاموال" امام ابو یوسف کی "کتاب الخراج" مولانا مناظر احسن گیلانی کی "اسلام کا معاشی نظام" ڈاکٹر یوسف الدین کی "معاشیات اسلام" جیسی کتابوں میں تفصیلات ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں۔ اختصار اور جامعیت کے لیے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی "اسلام کا اقتصادی نظام" دیکھیں۔

۵۴ہ سورۂ نساء کی آیات ۵۹، ۸۳ ملاحظہ فرمائیں۔
۵۵ہ حربی کے لیے سورۂ توبہ آیت ۵
حربی مستامن کے لیے توبہ آیت ۶
معاہد مسالم کے لیے انفال: ۶۱ اور توبہ ۴
ذمی کے لیے توبہ: ۲۹
جب کہ فیصلہ کن آیات ممتحنہ کی ہیں ۸ - ۹
۵۶ہ بیان القرآن ج ۲ ص ۱۱، ۱۲
۵۷ہ کتاب الخراج (عربی ایڈیشن)، ص ۲۷
۵۸ہ شرح شرعۃ الاسلام للسید علی زادہ حنفی
۵۹ہ ترجمان القرآن لابی الکلام آزاد جلد ۲،
۶۰ہ کتاب الخراج لابی یوسف الحنفیؒ ص ۴۴
۶۱ہ کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۲۳۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۲ حجۃ اللہ البالغہ — مزید تفصیلات کے لیے کتاب الخراج ص ۱۸۶، ۱۸۷ اور کتاب الاموال ص ۲۰۶ ملاحظہ فرمائیں۔

۶۳ سیرت العمرین بحوالہ کتاب الاموال ص ۱۶۵

۶۴ کتاب الاموال ص ۱۶۸، ۲۶۱، ۲۶۲

۶۵ کتاب الاموال ص ۲۴۶، ۲۴۷

فتوح البلدان ص ۱۴۶

۶۶ طبری ج ۴ ص ۲۵۴، ۲۵۶

شامی ج ۴ ص ۳۲۵

کتاب الام للامام الشافعی

۶۷ کتاب الخراج ص ۱۲۹

۶۸ کتاب الخراج ص ۱۴۴

۶۹ مختصر مختار الکونین قلمی ص ۴۴

بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام۔

۷۰ بدائع الصنائع ج ۴ ص ۳۸

۷۱ کتاب الخراج ص ۴۲ - کتاب الاحوال ص ۲۶۳

۷۲ کتاب الخراج ۲۶۴

۷۳ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۴۴

۷۴ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۴۵ ج ۱ ص ۱۰۶

۷۵ علم المعیشت باب ۳ ص ۳۷ ج ۱ ص ۹۹

۷۶ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳

۷۷ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳

۷۸ مجمع الزوائد ج ۴

۷۹ کتاب الخراج ص ۸۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۰ھ کتاب الخراج ص ۳۷

۸۱ھ بحر الرائق ج ص ۱۱۶

۸۲ھ کتاب الخراج ص ۸۶

اس سلسلہ کی تفصیلات مولانا شبلی کی الفاروق میں ذمی رعایا کے حقوق میں ضرور دیکھیں۔

۸۳ھ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۴

۸۴ھ کتاب الخراج ص ۶۶

۸۵ھ ارشاد رسالت ــــ مندرجہ بخاری، مسند۔

۸۶ھ کتاب الاموال ص ۲۹۰۔ کتاب الخراج ص ۶۲

۸۷ھ مبسوط ص ۱۶۴ ج ۲۳۔ کتاب الخراج ص ۹۵ فتوح البلدان ص ۳۵۳ حسن المحاضرہ ص ۹۴

۸۸ھ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۰۲

۸۹ھ بیہقی، ترمذی (ہر دو کتاب البیوع)

۹۰ھ المائدہ آیت ۲

۹۱ھ النساء: آیت

۹۲ھ ابو داؤد ابواب البیوع

۹۳ھ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۰۲

۹۴ھ بخاری کتاب البیوع

۹۵ھ ابن ماجہ۔

۹۶ھ کتاب الاموال ص ۱۳۱ ۸

۹۷ھ مثلاً الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ آغانی ج ۸ مسند احمد ج ۱۰ ابن سعد ج ۲۳

۹۸ھ خواطر فی القضاو الاقتصاد فی الاجتماع ص ۲۱۱

۹۹ھ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳

۱۰۰ھ آل عمران وغیرہ۔

۱۰۱ھ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۶

© rasailojaraid.com

۲لہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۶ نیز سعیدیات ج ۲ ص ۱۱۲

۳لہ سعیدیات حصہ اول ص ۳۱۴

۴لہ مولانا حفظ الرحمٰن - اسلام کا اقتصادی نظام ص ۲۸۴

۵لہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۴

۶لہ ابوداؤد کتاب الامارہ والفیٔ والخراج

۷لہ معالم السنن للخطابی ج ۳

۸لہ حجۃ اللہ البالغہ باب من ابتغاء الرزق ج ۲ (تلخیص)

۹لہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ (ابواب الزکوٰۃ کا اختصار)

لہ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۷

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com